24/2/95

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(بچوں کے لیے)

از

سعد بن اسعد

Ferozsons Limited

فیروز سنز لمیٹڈ

لاہور۔ راولپنڈی۔ کراچی



ہمارے رسولؐ

(بچوں کے لیے)

سعد بن اسعد

مطبع ــــ فیروز سنز لاہور
غیر مجلّد ـ 969 0 00938 9

فہرست

والدہ محترمہ کے نام!

جو مجھے بچپن میں جنّوں، بھوتوں اور پریوں کے قصّے
نہیں بلکہ پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں سنایا کرتی تھیں۔

۱

پہلی نظریں

حرفِ اوّل

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہم سب کے لئے نمونہ اور مثال ہے اور اس کا مطالعہ اور ان کے نقوش قدم پر چلنے کی آرزو ہر مسلمان کی دلی تمنا ہے۔ لیکن ہم انؐ کی سنت پر اس وقت تک عمل پیرا نہیں ہو سکتے، جب تک کہ ہمیں انؐ کی زندگی کے حالات کے نشیب و فراز کا پتہ نہ ہو۔ یہ کتابچہ اسی لئے لکھا گیا ہے کہ اس سے بچوں کو نبیٔ صادق کے حالات سے دلچسپی پیدا ہو، اور آخر میں چالیس حدیثیں بھی درج کی گئی ہیں۔

اگر ہم لوگ حضورِ اکرمؐ کے ان چالیس احکام پر عمل کریں تو بہت اچھے مسلمان بن سکتے ہیں۔ اور اچھا مسلمان اچھا شہری بھی ہوتا ہے۔ اور اس طرح ہم دین و دنیا دونوں میں کامیاب ہو سکتے ہیں مثالی اور معیاری زندگیوں کے لئے ہم نے صحابہ کے حالات بھی درج کئے ہیں۔

اللہ ہم سب کو رسول اکرمؐ کی سیرت کو اپنی زندگی کے لئے نمونہ بنانے کی توفیق دے۔

منصورہ ۱۹۸۸ء سعد بن اسعد

سراپائے رسولؐ

☆ "میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کی نظافت نمایاں، جس کا چہرہ روشن اور جس کی بناوٹ میں حسن تھا۔ نہ موٹاپے کا عیب، نہ بہت زیادہ دُبلے، خوش رو، حسین، آنکھیں کشادہ اور سیاہ، پلکیں لمبی، آواز میں کھنک، گردن صراحی دار، ڈاڑھی گھنی، بھوئیں کمان دار، اور ملی ہوئی، خاموشی میں وقار کا مجسمہ، گفتگو میں صفائی اور دلکشی۔ حسن کا پیکر اور جمال میں یگانۂ روزگار۔ دُور سے دیکھو تو حسین ترین۔ قریب سے دیکھو تو شیریں ترین بھی، اور جمیل ترین بھی، نہ فضول گفتگو کرے اور نہ ضرورت کے وقت خاموش رہے۔ گفتگو اس انداز کی جیسے پروئے ہوئے موتی۔ ایسا میانہ قد جس میں نہ قابلِ نفرت درازی نہ حقارت آمیز کوتاہی، اگر دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ ہو تو وہ دیکھنے میں ان تینوں شاخوں سے زیادہ تروتازہ دکھائی دے اور قدر و قیمت میں ان سب میں زیادہ بہتر نظر آئے۔

(کبیر نجفی۔ روایت خنیس بن خالد)۔

مزاجِ رسولؐ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اور فکر میں ڈوبے رہتے تھے۔ کسی وقت چین نصیب نہ تھا۔ بلا ضرورت کبھی گفتگو نہ کرتے ہمیشہ خاموش رہتے..... مختصر اور جامع بات کہتے جس میں کوئی لفظ نہ زیادہ ہوتا نہ کم.... طبیعت کے نرم تھے ـ معمولی نعمت کو بھی بہت بڑا شمار کرتے۔ کسی کھانے کے مزے کی نہ بُرائی فرماتے نہ تعریف۔ دنیا کے حالات کیسے ہی ہوں، اس سے نہ گھبراتے۔ جب حق کی طرف توجہ کرتے تو اس وقت کسی کو خاطر میں نہ لاتے۔ ذاتی معاملے میں نہ تو ناراض ہوتے نہ انتقام لیتے۔ جب خفگی یا بے رُخی برتتے تو منہ پھیر لیتے، ہنستے تو نگاہیں نیچی کر لیتے۔ بڑی سے بڑی ہنسی مسکراہٹ سے آگے نہ بڑھتی اور دانت شفاف موتیوں کی طرح چمکنے لگتے۔ لوگوں کی تالیفِ قلب فرماتے اور ان میں تفریق اور نفرت نہ پیدا کرتے حضورؐ سے قریب رہنے والے بہترین لوگ ہوتے...... حضورؐ جب اٹھتے یا بیٹھتے تو ذکر الٰہی کرتے۔ اپنے بیٹھنے کے لئے کوئی

جگہ مخصوص نہ کرتے بلکہ اس سے منع فرماتے۔ بلاضرورت نہ نکتہ چینی فرماتے نہ تعریف، جس بات کو حضورؐ پسند نہ فرماتے اس سے تغافل فرماتے یعنی نہ اس میں دلچسپی لیتے اور نہ اس کا جواب دیتے ..... یعنی کوئی چیز حضورؐ میں غیظ و غضب پیدا نہیں کرتی تھی۔"

(کبیر۔ روایت حضرت علیؓ حسنؓ، حسینؓ)۔

۲

حالات

حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم)

آج سے کئی سو سال پہلے کی بات ہے، دنیا کی آبادی آج کی طرح اس وقت بھی بہت سے ملکوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ افریقہ اور ایشیا میں کروڑوں انسان بستے تھے۔ امریکہ اور آسٹریلیا اس وقت ابھی دریافت بھی نہیں ہوئے تھے۔ انسانوں کی یہ آبادی مختلف ملکوں میں بٹی ہوئی تھی اور مختلف ملکوں میں مختلف قبیلے آباد تھے۔ انسان کی شروع سے یہ ضرورت رہی ہے کہ وہ اس چند روزہ دنیا میں جہاں ہر شخص جو آیا ہے اُسے واپس خُدا کے پاس جانا ہے، چند دن آرام اور سکون سے بسر کرے۔ لیکن اس وقت دُنیا میں ہر طرف جہالت اور گمراہی کا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ لوگ کُھلم کُھلا اللہ تعالیٰ کے ہونے سے انکار کرتے تھے جھوٹ بولتے تھے، ایک دوسرے کا حق مار لیتے تھے۔ اپنے پڑوسیوں پر ظلم کرتے تھے۔ طاقتور، کمزوروں پر تشدد کرتے تھے اور ان کو غلام بنا کر رکھتے تھے۔ چوریاں ڈاکے عام تھے۔ لوگ بلا وجہ ایک دوسرے کو قتل کر دیتے تھے۔ نیک لوگ بہت کم تھے اور

کمزوروں کا کوئی حامی اور مددگار نہ تھا۔ یہ تھی عام دنیا کی حالت۔
جزیرہ نمائے عرب کے رہنے والے عرب باشندے ان سب سے گئے گذرے تھے۔ وہ شراب پیتے تھے، جؤا کھیلتے تھے اپنی ننھی ننھی بچیوں کو جھوٹی غیرت کے بہانے زمین میں دفن کر دیتے تھے اور وہ بیچاری چیختی رہ جاتی تھیں اور سب سے بڑھ کر ظلم یہ تھا کہ وہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے بجائے بہت سے پتھر کے بتوں کی پرستش کرتے تھے۔

ان حالات میں یہ ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بہت ہی نیک بندے کو اپنا نبی بنا کر بھیجے تاکہ وہ ان لوگوں کو آکر سچی اور اچھی باتیں بتائے۔ انہیں نیکی سکھائے۔ خود نیک عمل کر کے دکھائے اور لوگوں کو سیدھا راستہ بتائے تاکہ لوگ برائیوں سے باز آجائیں اور خدا کو ایک مانیں اور اس کے احکام کی پیروی کریں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی بندوں میں سے ایک شخص کو اپنا نبی بنا کر بھیجا اور اس پر اپنا کلام قرآن پاک اُتارا۔ اس نبیؐ نے کروڑوں انسانوں کو سیدھی راہ دکھائی۔ قرآن پاک نہایت سچی اور کھری باتیں سکھاتا ہے جو قیامت تک انسان کے لئے ہدایت کا راستہ بتاتی ہیں۔ اس لئے اب ان میں کسی قسم کی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں اور قیامت تک اب اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہی ہمارے رسولؐ ہیں۔

پیدائش ۲۱، اپریل ۵۷۱ء

ہمارے پیارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمدؐ ہے اور یہ نام ان کے دادا عبدالمطلب نے رکھا تھا۔ دوشنبہ کا دن تھا اور ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی جس دن ہمارے رسولؐ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ محمدؐ کے معنی ہیں ہر لحاظ سے قابلِ تعریف۔ وہ، جسے سب پسند کریں۔ سب اچھا کہیں۔ حضورؐ کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ بی بی تھا والد کا نام عبداللہ تھا۔ آپؐ کے والد آپؐ کی ولادت سے کچھ دن پہلے ہی انتقال کر گئے تھے، اس لئے آپؐ یتیم تھے۔ عرب میں رواج تھا کہ بچوں کو عربی سیکھنے اور بچپن کے چند سال گذارنے کے لئے شہر سے باہر دیہاتی بستیوں میں دیا جاتا تھا۔ اسی لئے آپؐ کو بھی دایہ حلیمہ سعدیہ لے گئیں اور آپؐ نے اپنا بچپن وہیں گذارا۔ آپؐ کا خاندان عرب کا بہت عزت والا خاندان تھا، کیونکہ یہی خاندان کعبہ کی حفاظت بھی کرتا تھا اور تجارت میں بھی پیش پیش تھا۔ اس خاندان کا نام تھا بنو ہاشم، اور یہ عرب کا سب سے معزز گھرانا اور حضورؐ کے دادا عبدالمطلب بہت بڑے تاجر اور کعبہ کے متولی تھے۔ والدہ ماجدہ نے آپؐ کا نام احمد رکھا تھا۔ جس کے معنی بھی محمدؐ سے ملتے جلتے ہیں۔ یعنی، قابلِ تعریف۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اللہ کے سچے نبی تھے، اس لئے پیدائش سے ہی ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی برکات ان لوگوں پر نازل ہونی شروع ہو گئیں جو حضورؐ کے قریب تھے۔ حلیمہ سعدیہؓ جس جانور پر سوار ہو کر مکہ تشریف لائی تھیں، وہ نہایت کمزور اور بیمار تھا اور ان کی ساتھی عورتیں اپنی سواریوں پر بار بار ان سے آگے نکل جاتی تھیں۔ اس طرح بڑی مشکل سے حلیمہ مکے پہنچیں تھیں۔ مگر جب وہ پاک بی بی ننھے رسول کو لے کر واپس اپنے گاؤں روانہ ہوئیں تو ان کی ساتھی عورتیں یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ حلیمہ کی کمزور گدھی ان سب سے آگے اور تیز تیز بڑھتی چلی گئی اور وہ سب اس سے پیچھے رہ گئیں۔ حلیمہ خود بھی حیران تھیں اور ان کی گود کا بچہ مسکرا رہا تھا۔ جہاں جہاں سے وہ اس بابرکت بچے کو لے کر گزریں درختوں نے جھوم جھوم کر اس بابرکت ہستی کو سلام کیا اور اس طرح بی بی حلیمہ اور ان کی ساتھی خواتین کو یہ اندازہ ہو گیا کہ ان کی گود میں جو بچہ ہے وہ کوئی معمولی بچہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تمام برکات کی اس پر بارش ہو رہی ہے اور وہ بڑی ہستی اس بچے کی خود نشوونما کر رہی ہے اور اس کی حفاظت کی نگران ہے۔ جو اس کائنات کی مالک ہے یہ تھے وہ حالات جن میں حضورؐ کی پیدائش ہوئی اور پھر بچپن کی تربیت شروع ہوئی۔

بچپن

بی بی حلیمہ نہایت ہی نیک خاتون تھیں۔ ان کی یہی نیکی تھی کہ حضورؐ کی پرورش جیسے پاک کام کی ذمہ داری ان کے حصّے میں آئی۔ انہوں نے ویسے تو بہت سی باتیں دیکھیں جو ننھے محمدؐ کے گھرانے کے بعد سامنے آئی تھیں، مگر ایک بات پر وہ اکثر حیران ہوتی تھیں کہ ان کی کمزور سی بکری جس کا دودھ بالکل خشک ہو چکا تھا، ننھے محمدؐ کے گھر آتے ہی سیروں دودھ دینے لگی تھی۔ حتیٰ کہ ننھے رسولؐ اور اُن کے دُودھ شریک بہن بھائی دودھ پی کر خوب سیر ہو جاتے اور بکری کے تھنوں میں دودھ پھر بھی بچ رہتا تھا۔ اس پر حلیمہ سعدیہ کے خاوند کہتے۔ "بخدا ہمارے پاس بہت ہی مبارک بچہ آیا ہے۔" اور یہ تھا بھی سچ۔ ایک اور بات جس پر سب حیران تھے کہ ننھے محمدؐ کھیل کود کے لئے باہر جاتے تو ایک بادل اُن پر سایہ کئے رکھتا، جس سے ننھے رسولؐ دھوپ کی گرمی سے محفوظ رہتے۔ ایک اور واقعہ نے تو بچوں کو خوف زدہ کر دیا تھا۔ محمدؐ جب چار پانچ برس کے تھے اور دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے کیلئے باہر گئے ہوئے تھے تو بچوں نے دیکھا کہ سفید کپڑے پہنے ہوئے دو شخص آئے اور وہ محمدؐ کو ایک طرف لے گئے اور جا کر ننھے رسولؐ کا سینہ

چاک کر دیا۔ بچے بہت گھبرائے اور خوف کے مارے سہم گئے۔ مگر ان دو اشخاص نے اپنے پاس سے پانی کا ایک برتن نکالا اور اس پانی سے ننھے محمدؐ کا سینہ دھویا اور دھو کر سینے کو پھر بند کر دیا۔ جیسے ہم کھڑکی بند کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ دو اشخاص غائب ہو گئے۔ بچے بہت ڈرے اور دوڑ کر ماں کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ سنایا، مگر ننھے محمدؐ کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا پہلا اشارہ تھا کہ محمدؐ کا سینہ تمام برائیوں سے پاک صاف کر دیا گیا تھا اور اب کوئی بُرائی انہیں بہکا نہیں سکتی تھی۔

بچپن سے ہی اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ محمدؐ دوسرے بچوں سے مختلف تھے اور انہیں ایک کام کیلئے تیار کیا جا رہا تھا۔ اب محمدؐ واپس والدہ کے پاس مکہ میں آ گئے وہ انہیں والد کی قبر دکھانے مدینہ لے گئیں۔ وہاں وہ مہینہ بھر رہیں۔ واپسی پر ابواء کے مقام پر آپؐ کی والدہ بھی آپؐ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئیں۔ محمدؐ اب بالکل یتیم ہو گئے تھے اب وہ اپنے دادا کے پاس رہنے لگے۔ مگر آپؐ ابھی آٹھ سال کے ہی تھے کہ دادا بھی انتقال کر گئے۔ ان تمام حادثات نے ننھے اور ذہین محمدؐ کی حسّاس طبیعت پر بڑا اثر چھوڑا۔ آپؐ کی طبیعت بچپن سے ہی بے حد حیادار تھی۔ ایک دفعہ جب مکہ

(میں بہت بارش ہوئی اور خانہ کعبہ کی دیواریں گر گئیں تو اس کی دوبارہ تعمیر کے لئے محمدؐ بھی دوسرے بچوں اور لڑکوں کے ساتھ مل کر اینٹیں ڈھو رہے تھے۔ آپؐ کے چچا نے آپؐ سے کہا کہ بیٹے تمہارے کندھے زخمی ہو جائیں گے۔ تم بھی دوسرے بچوں کی طرح اپنا تہہ بند دوہرا کر کے کندھے پر رکھ لو تاکہ آسانی رہے اور آپؐ کا تہہ بند اتار کر کندھے پر رکھ دیا۔ اس پر آپؐ اتنے شرمائے کہ بیہوش ہو گئے۔ لوگ کہتے تھے کہ انہوں نے آج تک ایسا شریف بچہ نہیں دیکھا۔)

ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بچہ جو اب نوجوان ہو چلا تھا، قدرت نے اسے ایک خاص مقصد کے لئے منتخب کیا تھا۔ آپؐ کا بچپن نہایت پُرسکون، لڑکپن شاندار اور جوانی قابلِ صد تعریف تھی۔ لوگ دیکھ رہے تھے کہ حضورؐ کے مزاج اخلاق اور طبیعت سے ظاہر ہوتا تھا کہ آپؐ ایک بہت بڑے رہنما بننے والے تھے۔ جو شخص ایک دفعہ انہیں دیکھ لیتا تھا، آپؐ کا گرویدہ ہو جاتا تھا، یہ بات تو سب محسوس کرتے تھے کہ آپؐ ایک دن بہت بڑے آدمی بنیں گے مگر ابھی مکّے کے لوگوں کو خبر نہ تھی کہ ایک دن آنے والا تھا جب آپؐ پوری دنیا کے رہنما بننے والے تھے۔

جوانی:

اس زمانے میں جب حضورؐ جوان ہوئے، عرب کی اخلاقی حالت بڑی خراب تھی۔ لوگ طرح طرح کی برائیوں میں مبتلا تھے عیش و عشرت، شراب، جوا، جھوٹ اور بت پرستی لوگوں کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ اس بُرے ماحول کے باوجود جب آپؐ جوان ہوئے۔ آپؐ اتنے شریف اور باکردار تھے کہ تمام لوگ آپؐ کی شرافت کے قائل اور معتقد تھے۔ عربوں کے اس گندے اور اندھیرے ماحول میں آپ کی شخصیت اندھیری رات میں چاند کی مانند تھی۔ لوگ اپنی مشکلات کے لئے آپؐ کی طرف رجوع کرتے۔ اپنے مسائل آپؐ کے پاس لے کر آتے۔ آپؐ کی طبیعت ابتداء ہی سے برائی سے نفرت رکھتی تھی۔ ایک دفعہ آپؐ کے ہمجولی آپؐ کو زبردستی ایک موسیقی کی محفل میں لے گئے۔ مگر آپؐ کی بنیادی شرافت نے آپؐ کو یہاں بھی بچا لیا۔ آپؐ جیسے ہی موسیقی کی محفل تک پہنچے، جاتے ہی سو گئے اور صبح تک سوتے رہے۔ آپؐ کے دوست دوسرے دن پھر آپؐ کو زبردستی لے گئے اور یہی واقعہ دوبارہ پیش آیا۔ آپؐ کی شرافت اور دیانت کے سبب تمام مکے کے لوگ، آپؐ کا انتہائی احترام کرتے تھے اور آپؐ کو مکے کا شریف ترین نوجوان شمار کیا جاتا تھا۔

عرب کی جو اخلاقی حالت تھی، اس کے مطابق یہ توقع ہو سکتی تھی کہ آپؐ بھی معاشرے کے عام حالات کے مطابق چلتے، جیساکہ آج کل ہم لوگ چلتے ہیں، مگر نہیں۔ ہمارے حضورؐ نے تو ان تمام برائیوں کو اپنانے اور اختیار کرنے سے صاف انکار کر دیا جو اس زمانے میں مروج تھیں۔ آپؐ نے کبھی بت پرستی نہیں کی اور نہ شراب اور اس قسم کی دوسری برائیوں کا شکار ہوئے۔ آپؐ کا کردار پورے معاشرے میں مثالی تھا۔ لوگ آپؐ کی شخصیت کے حسن کو دیکھ دیکھ کر متاثر ہوتے تھے۔ اس ساری شرافت کے ساتھ حضورؐ بہت بہادر بھی تھے۔ جب جوان ہوئے تو تیر اندازی سیکھی، فن سپہ گری میں مہارت حاصل کی۔ آپؐ نے اپنی جوانی دوسرے لوگوں کی طرح کھیل کود، ہنسی مذاق فضول باتوں اور بے مقصد کاموں میں صرف نہیں کی بلکہ اس نوعمری میں ہی آپؐ میں بڑوں کی سی متانت اور سنجیدگی تھی — شریفوں کی سی پاکیزگی اور پاکبازی تھی اور بوڑھوں کی سی عقل اور سوجھ بوجھ تھی۔ ×

امین وصادق:

جوانی سے پہلے حضورؐ بکریاں چراتے تھے۔ اس زمانے میں آپؐ اکثر غاروں میں جاکر سوچ بچار کیا کرتے تھے۔ آپؐ محسوس کرتے تھے کہ معاشرہ میں بہت سی خرابیاں ہیں اور آپؐ اسی غم میں اکثر

مبتلا رہتے تھے۔ کہ ان خرابیوں اور برائیوں کو کیسے دور کیا جائے۔

ایک بار آپؐ کے چچا ابوطالب نے کہا۔ "بیٹے تم بھی اگر پسند کرو تو دوسرے لوگوں کی طرح تجارت کرو۔" حضورؐ کی شرافت اور پاکیزگی کے سبب لوگ آپؐ پر اتنا اعتبار کرتے تھے کہ ہر شخص اپنی قیمتی امانتیں آپؐ کے پاس رکھ جاتا تھا اور آپؐ ان کی حفاظت کرتے تھے اور واپس طلب کرنے پر فی الفور جُوں کی توُں واپس کر دیتے تھے۔ سخت بگڑے ہوئے خراب معاشرے میں آپؐ کی اس دیانت داری کے سبب سارے مکّے میں لوگ آپؐ کو امین کہنے لگے تھے۔ یعنی امانت رکھنے اور اس کی حفاظت کرنے والا آپؐ کا یہ نام بہت مشہور ہو گیا۔ حضورؐ ہمیشہ سچ بولتے تھے اور چاہے کیسی ہی بات کیوں نہ ہو اور کوئی کتنا ہی بڑا لالچ کیوں نہ دے، آپؐ ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ اس لئے مکّے کے لوگ آپؐ کو صادق بھی کہتے تھے۔ یعنی ہمیشہ سچ بولنے والا۔

تجارت:

کردار کی ان خوبیوں کے ساتھ آپؐ نے تجارت بھی شروع کر دی۔ جس سے آپ کی ذہانت اور دیانت کی اور زیادہ شہرت ہو گئی۔ مکّے میں ایک خاتون رہتی تھیں، جو بہت مالدار تھیں۔ ان کا نام تھا خدیجہ۔ وہ خویلد کی بیٹی تھیں۔ وہ بیوہ تھیں۔ ان کے

خاوند فوت ہو چکے تھے، ان کے پاس بہت روپیہ اور مال تھا اور وہ خود بھی تجارت کرتی تھیں۔ لیکن انہیں کسی ایسے آدمی کی تلاش تھی جو ایمانداری سے ان کے پیسے سے تجارت کرے اور نفع میں حصہ دار ہو جائے۔ ایک بار انہیں جب پتہ چلا کہ محمدؐ تجارت کے سلسلے میں شام جانے والے ہیں تو انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ آپؐ ان کا روپیہ بھی ہمراہ لے جائیں اور تجارت کریں، کیونکہ ان کے نزدیک بھی محمدؐ ہی سارے مکّے میں سب سے زیادہ قابلِ اعتبار شخص تھے۔ آپؐ نے یہ ذمہ داری قبول کر لی اور حضرت خدیجہ کا سامان اور روپیہ لے کر شام تشریف لے گئے۔ جب واپس لوٹے تو حضرت خدیجہ یہ سن کر حیران رہ گئیں کہ آپؐ نے سب سے زیادہ منافع کمایا تھا اور مال میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہونے دی تھی۔ تمام قافلے والوں نے آپؐ کی دیانتداری کی بے حد تعریف کی۔

شادی:

حضرت خدیجہ آپؐ کی دیانتداری اور خوش تدبیری سے بہت متاثر ہوئیں۔ ان کی سہیلیوں نے انہیں محمدؐ سے شادی کر لینے کا مشورہ دیا۔ یہ بات ابوطالب حضورؐ کے چچا تک پہنچی۔ انہوں نے حضورؐ سے مشورہ کیا۔ آپؐ نے آخرکار رضامندی کا اظہار کر دیا یہ شادی بخیر و خوبی سر انجام پا گئی۔ اس وقت آپؐ کی عمر ۲۵

برس اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس برس تھی۔ اس کے بعد حضورؐ معاشی طور پر آسودہ ہو گئے اور تجارت کا کام بھی جاری رہا۔ اب چونکہ آپؐ مالدار ہو گئے تھے، اس لئے آپ غریبوں کی کثرت سے امداد کرتے۔ یتیموں کی دلجوئی کرتے، بیواؤں کو سہارا دیتے غلاموں کو خرید خرید کر آزاد کرتے، اس لئے کہ آپ اس بات سے بے حد نفرت کرتے تھے کہ انسان، انسان کی غلامی کرے۔

قوم کا اعتماد:

انہیں دنوں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے آپؐ کی ذہانت اور عقلمندی کی دھاک پورے عرب میں بٹھا دی۔ کعبہ کی تعمیر جاری تھی۔ اس دوران میں "حجرِ اسود کا واقعہ پیش آگیا۔ ہوا یوں کہ ایک دفعہ بارش بہت زور کی ہوئی اور کعبہ ڈھے گیا چنانچہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر شروع ہوئی۔ جب کعبہ تعمیر ہو گیا تو حجرِ اسود کو اس کی جگہ پر لگانے کے سلسلے میں جھگڑا ہو گیا۔ حجرِ اسود وہ مقدس پتھر ہے جو صدیوں سے کعبے کی دیوار میں نصب ہے اور حضرت ابراہیمؑ نے خود اسے وہاں لگایا تھا۔ اس لئے ہر قبیلے والا چاہتا تھا کہ یہ سعادت اس کے حصے میں آئے۔ جھگڑا بڑھ گیا۔ آخر کار فیصلہ ہوا کہ کل جو شخص کعبے میں سب سے پہلے آئے وہی اس جھگڑے کا فیصلہ کرے۔ دوسرے دن کعبے میں سب سے

پہلے آنے والے محمدؐ تھے۔ سب خوش ہو گئے کہ ایک امین اور صادق تصفیہ کرے گا۔ چنانچہ ان پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی کہ وہ اس مسئلے کا تصفیہ کریں۔ چنانچہ آپؐ نے جو حیرت انگیز فیصلہ کیا اس سے پورے عرب کے قبائل میں آپ کی عقل اور ذہانت کی دھوم مچ گئی۔ آپؐ نے ایک چادر منگوائی اور کہا کہ اس پر حجرِ اسود رکھ کر تمام قبیلے اس کا ایک ایک کونہ پکڑ لیں اور اسے اٹھائیں اور جب وہ پتھر اس خاص بلندی پر آگیا جہاں اسے لگانا تھا تو آپؐ نے خود اپنے ہاتھوں سے اسے چادر سے اٹھا کر کعبے کی دیوار میں نصب کر دیا۔ اس طرح ایک بہت بڑا خون خرابہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔

اس وقت آپؐ کی عمر ۳۵ برس کی ہو چکی تھی۔ تجارت کی تمام مصروفیات اور آپ کی مسلسل عزت افزائی کے باوجود آپؐ کو ایک غم کھائے جاتا تھا اور وہ یہ کہ سچائی کیا ہے؟ برائی کو کیسے ختم کیا جائے؟ چونکہ اللہ تعالیٰ نے خود آپؐ کو اس مقدس کام کے لئے منتخب کیا تھا، اس لئے آپؐ کے سینے میں سچائی کے حصول کی تڑپ فطری طور پر موجود تھی۔ آپؐ ہر وقت غمزدہ رہتے اور قوم کی حالتِ زار پر افسوس کیا کرتے۔ ان دنوں اکثر ایسا ہوتا کہ آپ کئی کئی دن تک کی خوراک لے کر مکے کے پاس غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور مسلسل سوچ بچار کرتے رہتے۔ یہ سوچ

بچار آپ کا معمول بن گیا تھا۔

نبوّت :

اِسی غارِ حرا میں اپنے طور پر اللہ کی عبادت اور سوچ بچار کرتے ہوئے آپؐ کو کئی سال گذر گئے اور آپؐ کی بے چینی بڑھتی چلی گئی۔ آخر کار وہ وقت آن پہنچا جس کے لئے اللہ نے آپؐ کا انتخاب کیا تھا۔ ایک دن جب آپؐ غارِ حرا میں بیٹھے عبادت کر رہے تھے، اچانک غار میں ہر طرف روشنی پھیل گئی۔ آپؐ نے دیکھا کہ ایک فرشتہ آیا، جس کی بڑی نورانی صورت تھی اس نے آپؐ کے قریب آکر کہا "پڑھو.... اقراء...." آپؐ نے فرمایا۔ "میں تو پڑھا لکھا نہیں ہوں۔"

یہاں یہ بات بتانی بڑی اہم ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے کہیں تعلیم حاصل نہیں کی تھی اور نہ اس زمانے میں تعلیم کا رواج تھا۔ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے جبرائیل علیہ السلام نے، جو سب نبیوں کے پاس خدا کا پیغام لے کر آتے تھے، پھر کہا۔ "پڑھیئے" تو آپؐ نے فرمایا۔ "میں تو پڑھا لکھا نہیں ہوں۔" اس پر جبرائیل علیہ السلام نے آپؐ کو گلے سے لگا کر زور سے بھینچا اور تھوڑی دیر کے بعد چھوڑ دیا۔ اور پھر خدا کا کلام سنایا۔ یہ آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلی وحی تھی

اس عظیم ذمہ داری کے یوں اچانک آجانے پر آپؐ گھبرا گئے۔ ذمہ داری کے بوجھ سے آپ کی ٹانگیں بوجھل ہوگئیں۔ آپؐ بمشکل گھر تک پہنچے اور حضرت خدیجہ سے فرمایا۔" مجھے کمبل اڑھا دو کمبل اڑھا دو۔" آپؐ کے جسم پر کپکپی طاری تھی اور آپؐ خوفزدہ نظر آتے تھے۔ آپؐ نے حضرت خدیجہ سے کہا۔ "خدیجہ یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔" انہوں نے دیرینہ ہمدم دوست اور ساتھی کی طرح اطمینان دلایا اور بولیں۔" میرے چچا کے بیٹے، خوش ہو جایئے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں خدیجہ کی جان ہے، آپؐ اس وقت کے نبی ہوں گے، آپؐ تو سچ بولتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، امانت دار اور صادق ہیں مجبوروں۔ مسافروں اور بےکسوں کو سہارا دیتے ہیں، مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں، حق کے کاموں میں مدد کرتے ہیں، اللہ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔" خدیجہ کی ان باتوں سے آپؐ کی ڈھارس بندھی اور آپ کی بے چینی دور ہو گئی۔

اس بات کو مولانا الطاف حسین حالی نے اپنی مسدس میں بہت عمدگی سے بیان کیا ہے۔

زندگی کا نیا رُخ :

اس مقام سے حضورؐ کی زندگی کا رُخ تبدیل ہوتا گیا۔ برسوں

کا غم و اندوہ، سوچ بچار، تنہائیوں کی عبادت اور حقیقت کی تلاش رنگ لائی اور زندگی کے لئے ہدایت کا سرچشمہ غارِ حرا سے پھوٹ کر بہنے لگا۔ اب آپؐ کی نئی زندگی شروع ہوئی۔ پہلی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا ظہور تھا کہ مکّے کے شدید بگڑے ہوئے معاشرے میں ایک ایسا شخص بھی ہو سکتا ہے جو سب سے منفرد ہے، سب سے بڑھ کر ہے، سب سے زیادہ محترم ہے اور سب سے بہتر ہے اور اب اس امر کا اظہار کیا گیا کہ اسی شخصؐ کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ وہ اٹھے، آگے بڑھے اور معاشرے کے بڑھتے ہوئے بدی کے طوفان کے آگے بند باندھے۔ چاہے اس میں اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ اور مالک کی بندگی ادا کرنے کا یہ فرض غارِ حرا کی صرف ایک ملاقات میں عطا کر دیا گیا اور حضورؐ نے بھی صرف ایک ملاقات اور پہلی ملاقات میں ہی حقیقت اور فرض کو پوری طرح سمجھ لیا اور سمجھ کر اس بات کا پختہ ارادہ بھی کر لیا کہ وہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر رہیں گے۔ انہیں علم تھا کہ عرب کے بگڑے ہوئے معاشرے میں یہ آواز بلند کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اپنے پرائے ہو جائیں گے مگر اس مقدس فرض کا حکم خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا اور آپؐ اللہ کے بندوں میں اس کے سب سے زیادہ فرمانبردار بندے تھے۔

مولانا ظفر علی خاں نے اس منصبِ نبوت پر حضورؐ کے فائز ہونے کا ذکر اپنی نعت میں بہت خوب کیا ہے۔

تبلیغ دین:

خدا کی طرف سے واضح پیغام آجانے کے بعد رسُول اللہؐ نے دین کی تبلیغ شروع کر دی۔ انہوںؐ نے لوگوں کے پاس جا جا کر انہیں سمجھانا شروع کیا کہ وہ برائیوں سے باز آجائیں اور نیکی کی طرف رجوع کریں اور سب سے بڑی نیکی اللہ کی اطاعت اور بندگی ہے۔ یوں تو اکثر لوگ جانتے ہی ہیں کہ نیکی کیا ہوتی ہے اور بُرائی کیا۔ ازل سے ہر شخص کو یہ فہم حاصل ہے کہ کون سی باتوں سے اللہ خوش ہوتا ہے اور کن باتوں پر وہ ناراض ہوتا ہے۔ مگر شیطان گمراہی کی طرف گھسیٹتا رہتا ہے اور کچھ لوگ شیطان کے ایسے پیرو ہوتے ہیں کہ وہ دوسرے انسانوں کو بھی بہکاتے رہتے ہیں۔ اس لئے رسُول اللہؐ کے لئے سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ گمراہی میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو واپس خدا کے راستے پر کیسے لایا جائے۔ اس کے لئے آپؐ نے پہلے تو لوگوں کو الگ الگ ملاقاتیں کر کے اکیلے سمجھایا اور پھر بعد میں آپؐ نے تمام قریش کو اکٹھا کر کے اُنہیں خدا کا خوف دلایا اور خدا کو ایک ماننے کی تلقین کی۔ اس پر وہی لوگ جو کل تک

حضورؐ کی تعریفیں کرتے نہ تھکتے تھے ان کے دُشمن ہو گئے کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ اگر وہ آپؐ کی بات مان لیں تو پھر سیدھا راستہ یہی تھا کہ وہ برائیاں چھوڑ دیں جن کے وہ عادی ہو گئے تھے اور چھوڑنے کے لئے وہ تیار نہ تھے۔ چنانچہ وہ سب لوگ جو پہلے آپؐ کی تعریفیں کرتے تھے۔ آپؐ کے مخالف ہو گئے۔ آپؐ کو ڈرایا گیا، دھمکایا گیا، لالچ دیئے گئے مگر آپؐ نے کُھلم کُھلا کہہ دیا کہ "خدا کی قسم" اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج لا کر بھی رکھ دیں تو میں اللہ کا پیغام دینے سے باز نہیں آؤں گا۔" اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ جب کوئی شخص مسلمان ہو جاتا ہے تو پھر وہ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ آپؐ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر مکّے کے چند دوسرے لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ جن میں حضرت خدیجہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ حضرت زیدؓ قابلِ ذکر ہیں۔ لیکن جوں جوں اسلام کی روشنی لوگوں میں پھیلتی چلی گئی۔ مکّے کے باشندوں کی دشمنی محمدؐ کے ساتھیوں کے ساتھ بڑھتی چلی گئی۔

معراج کا واقعہ:

اسی اثناء میں آپؐ کو معراج کا واقعہ پیش آیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپؐ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ جنت دوزخ دکھائی

گئی اور مختلف اعمال کا انجام جزا اور سزا کی صورت میں دکھایا گیا۔ اس واقعے کا جب اعلان ہوا تو مکّے کے لوگوں نے جنہیں اب کفار کہنا زیادہ صحیح ہے، کیونکہ کافر کا مطلب ہے۔ انکار کرنے والا اور انہوں نے اسلام اور خدا کے حکم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، اس واقعہ کا خوب مذاق اڑایا۔ اور مسلمانوں کو تکلیفیں دی جانے لگیں۔

☆ اس سفر میں اللہ میاں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں اور زمین کی اپنی سب سے بڑی حکومت کے حالات دکھائے، ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی۔ جنت دوزخ دکھائے گئے اور ایسے حالات بھی دکھائے جو مرنے کے بعد انسان پر گذرتے ہیں۔

☆ اس سفر کی باتیں بڑی مزے دار ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے دن صحنِ بیت اللہ میں سب کے سامنے وہ بیان فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا:

"آج رات میں حرمِ کعبہ میں سو رہا تھا کہ حضرت جبریلؑ آئے۔ مجھے جگایا اور سواری کے لئے سفید رنگ کا چھوٹا سا خچر کی طرح کا برّاق لائے۔ جس کی رفتار بجلی کی طرح تیز تھی اس پر مجھے سوار کیا۔ پہلے ہم مدینہ رکے اور نماز ادا کی۔ حضرت جبریلؑ نے فرمایا۔" یہاں آپؐ ہجرت کر کے آئیں گے!

پھر ہم مدینہ سے روانہ ہو کر کوہ طور پر رُکے۔ یہاں اللہ میاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باتیں کی تھیں۔ اس کے بعد ہم بیت اللحم پر رُکے جہاں حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش ہوئی تھی۔ پھر بیت المقدس پہنچے۔ یہاں تمام نبی موجود تھے۔ سب نماز کے لئے تیار تھے سب دیکھ رہے تھے کہ کون نماز پڑھاتا ہے۔ حضرت جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا اور میں نے نماز پڑھائی۔ پھر ایک سیڑھی لائی گئی حضرت جبرئیل مجھے اس سیڑھی کے ذریعے پہلے آسمان پر لے گئے۔ یہاں میری حضرت آدمؑ سے ملاقات ہوئی۔ پھر میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ کھیتی کاٹ رہے ہیں اور جتنی کاٹتے جاتے ہیں اُتنی ہی بڑھتی جاتی ہے۔

میں نے پوچھا "یہ کون لوگ ہیں۔"

کہا گیا "یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگ ہیں۔"

پھر دیکھا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے ہیں۔

پوچھا "یہ کون لوگ ہیں"

کہا گیا "یہ وہ لوگ ہیں جو سستی کی وجہ سے نماز کے لئے نہیں اٹھتے تھے۔"

پھر دیکھا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے ہونٹ اور زبانیں قینچیوں سے کترے جا رہے ہیں۔

پوچھا "یہ کون لوگ ہیں۔"

کہا گیا "یہ وہ لوگ ہیں جو بے دھڑک بولے جاتے تھے۔ اور زبان کی وجہ سے فساد کراتے تھے"۔

پھر ایک جگہ دیکھا کہ کچھ لوگ اپنا گوشت کاٹ رہے ہیں۔

پوچھا "یہ کون لوگ ہیں۔"

بتایا گیا "یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں پر لعن طعن کرتے رہتے تھے۔"

پھر دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ناخن تانبے کے ہیں اور وہ اپنا منہ اور سینہ نوچ رہے ہیں۔

پوچھا "یہ کون لوگ ہیں"۔

کہا گیا۔ "یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائیوں کی غیبت اور برائیاں کرتے اور ان کو ذلیل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔"

کچھ لوگوں کو دیکھا کہ جن کے ہونٹ اونٹوں کی طرح ہیں اور آگ کھا رہے ہیں۔

پوچھا "یہ کون لوگ ہیں"۔

بتایا گیا "یہ وہ لوگ ہیں جو یتیم بچوں کا مال ہڑپ کر لیا کرتے تھے۔" اس قسم کی اور بہت سی باتیں بتانے کے بعد رسولِ اکرم نے فرمایا۔

"میں نے ایک ایسے فرشتے کو دیکھا جس کی تیوریاں چڑھی ہوئی تھیں۔

میں نے پوچھا "یہ کون ہیں۔"

بتایا گیا "یہ دوزخ کے داروغہ ہیں۔"

یہ معلوم کر کے میں نے جہنم دیکھنے کے لئے کہا۔ جہنم کے داروغہ نے میرے سامنے سے جہنم کا پردہ اٹھا دیا میں نے دوزخ کو اس کے سخت تکلیف دہ عذابوں کے ساتھ دیکھا۔

آپؐ نے فرمایا اس کے بعد مجھے دوسرے آسمان پر لے جایا گیا جہاں میری حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ پھر ہم تیسرے آسمان پر گئے اور وہاں ایسے خوبصورت آدمی سے ملاقات ہوئی جن کی خوبصورتی عام آدمیوں سے بہت زیادہ تھی۔ یہ حضرت یوسفؑ تھے۔

پھر چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ سے، پانچویں آسمان پر حضرت ہارونؑ سے اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰؑ سے اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی۔ ان کی شکل و صورت بالکل مجھ سے مشابہ تھی۔

ساتویں آسمان کے بعد مجھے مزید بلندی پر لے جایا گیا اور مجھے اپنی ذات کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاص خاص انعام دیئے پانچ نمازیں فرض کیں اور پھر اسی سیڑھی کے ذریعے مجھے بیت المقدس

میں پہنچا دیا گیا۔ میں نے وہاں نبیوں کو نماز پڑھائی اور پھر اس براق پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ واپس پہنچ گیا۔

حضورؐ نے جب یہ باتیں بیان فرمائیں تو ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے حضور اکرمؐ کا مذاق اڑایا لیکن حضرت ابوبکر صدیق نے اس کی تصدیق کی اور بیت المقدس جسے حضورؐ نے کبھی نہیں دیکھا تھا اس کے بارے میں بہت سے سوالات کر کے مخالفین کی زبانیں بند کر دیں۔

اس واقعہ سے کچھ لوگوں کے بہت سے ایمان متزلزل ہو گئے لیکن مسلمانوں کے ایمان اور بھی زیادہ مضبوط ہو گئے۔

ہجرت:

تبلیغ کے دوران مکّہ کے کفار نے جس قدر تکالیف حضور کو پہنچائیں ان کے نتیجے میں مسلمانوں میں سخت اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ حضور اکرمؐ نے صحابہ کرام کو ہجرت کی اجازت دے دی۔

اس کے نتیجے میں مسلمانوں میں ہجرت کا خیال پیدا ہوا۔

ہجرت حبشہ:-

حضورؐ نے فرمایا جو چاہتے ہوں وہ حبش کے ملک میں چلے جائیں وہاں کا

بادشاہ نجاشی خدا ترس ہے۔ وہ بہت نیک ہے، وہاں آزادی سے دین پر عمل کر سکو گے، اور دین پھیلانے کا کام بھی آسانی سے ہو گا۔ چنانچہ حضورؐ نے گیارہ مردوں اور عورتوں کو حبشہ[1] جانے کی اجازت دے دی۔ یہ سب بحری جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو اپنے ملک میں بڑے امن و امان سے رکھا۔

مکہ کے کافروں کو معلوم ہوا تو انہوں نے مہاجرین کا پیچھا کیا۔ نجاشی کے پاس جا کر شکایت کی۔ اور ان کے بارے میں بہت بُرا بھلا کہا۔ بادشاہ نے مسلمانوں کو بلایا۔ حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفرؓ مسلمانوں کے رہنما اور سردار تھے۔ انہوں نے دربار میں تقریر کی۔

"اے بادشاہ! ہم نادان تھے، جاہل تھے، بُت پرستی میں مبتلا تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بدکاری کرتے تھے، فحش گالیاں بکتے ناپاک رہتے، پڑوسیوں کو ستاتے تھے، آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے۔ بھائی بھائی سے لڑتا۔ طاقتور کمزور کو ستاتا اتنے میں ہمارے درمیان ایک شخص پیدا ہوا۔ جس کی بزرگی،

---

[1] حبشہ افریقہ میں ایک ملک ہے۔ عرب اور افریقہ کے درمیان بحیرہ احمر نامی ایک سمندر ہے حبش جانے کے لئے بذریعہ کشتی جاتے تھے۔

سچائی اور ایمانداری سے ہم سب واقف تھے۔ وہ بہت ہی نیک تھے۔ انہوں نے ہمیں سیدھی راہ دکھائی، دین کا راستہ بتایا آپس میں محبت کرنا سکھایا اور کہاکہ ہم بتوں کا پوجنا چھوڑ دیں۔ سچ بولیں۔ ظلم سے باز رہیں۔ یتیموں کا مال نہ کھائیں، پڑوسیوں کو دکھ نہ دیں۔ عورتوں پر تہمت نہ لگائیں۔ نماز پڑھیں، روزے رکھیں اللہ کی راہ میں اس کا دیا ہوا مال خرچ کریں۔ آپس میں محبت اور اتفاق سے رہیں، ہم نے اُنؐ کو اللہ کا رسول مانا اُن کی باتوں پر عمل کیا۔ کہیں قوم ہماری دشمن بن گئی۔ ہمیں ستانے لگی اب وہ ہم کو مجبور کرتی ہے کہ ہم اُنؐ کو چھوڑ کر اسی گمراہی میں لوٹ جائیں ہم اسی لئے اپنا وطن چھوڑ کر یہاں ہجرت کر کے چلے آئے ہیں۔"

بادشاہ نے کہا تمہارے پیغمبرؐ پر جو کلام اترا ہے وہ سناؤ حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی چند آیات سنائیں۔ نجاشی نے ان کی باتیں بہت غور سے سنی تھیں۔ پھر قرآن سُنا تو رونے لگا اور کافروں سے کہا تم واپس چلے جاؤ! اس نے مسلمانوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ کچھ دن بعد وہ خود بھی مسلمان ہو گیا۔ پہلے عیسائی تھا۔

شعب ابی طالب کا واقعہ

کافروں کو اس پر بڑا غصہ تھا کہ لوگ مسلمان ہو رہے ہیں

اب ایک بادشاہ نے بھی ان بے سہارا لوگوں کو پناہ دے دی ہے۔ نیا دین تیزی سے پھیل رہا ہے۔ مکّہ کے سرداروں نے مل کر فیصلہ کیا کہ بنی ہاشم کا بائیکاٹ کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ "ان کے ساتھ خرید و فروخت، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، بات چیت، شادی بیاہ سب بند" اس معاہدے کو لکھ کر کعبے کی دیوار پر لٹکا دیا گیا خاندان بنی ہاشم کے لوگ ایک گھاٹی میں جمع ہو گئے تھے۔ اس کا نام شعب ابو طالب پڑ گیا یعنی ابوطالب کی گھاٹی۔ غلّہ بند، پانی بند، ضرورت کی سب چیزیں بند تھیں۔ بچے بھوک سے روتے۔ مسلمان درختوں کی پتیاں کھا کر دن پورے کرتے، چمڑے بھون کر کھاتے، کئی کئی دن فاقے سے رہتے! کافر یہ دیکھ کر خوش ہوتے۔ کئی سال اسی حال میں گذر گئے۔ حضورؐ اس حال میں بھی کام میں تبلیغ دین کے لگے رہے لوگوں کو اللہ کی باتیں سناتے رہے، یہ بہت بڑی آزمائش تھی جس میں پورا خاندان اور سب مسلمان گھرے ہوئے تھے مگر سب اللہ کے دین کی خاطر یہ سب کچھ برداشت کر رہے تھے۔ دو سال سے زائد اسی حالت میں گذر گئے کافر یہ سمجھتے تھے کہ اتنی تکلیف کے بعد مسلمان حضورؐ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ مگر کافروں کی ایک نہ چلی اور مسلمان اپنے دین پر قائم رہے اور اپنے کام میں مصروف رہے۔ کام پہلے

سے زیادہ تیز ہو گیا اور آگے بڑھتا رہا۔ دین پھیلتا رہا۔ آخر خود کافروں کے چند آدمیوں کے دل میں رحم آیا۔ انہوں نے اس معاہدے کے خلاف آواز بلند کی اور اس کاغذ کو پھاڑ دیا چنانچہ تین سال کے بعد بنی ہاشم کو کھلی فضا میں سانس لینے کی مہلت ملی اور بنی ہاشم کا بائیکاٹ ختم ہوا۔

ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات:

ابھی یہ آزمائش ہی کیا کم تھی اور حضور کی نبوت کو بھی دسواں سال تھا کہ آپؐ کے چچا ابو طالب فوت ہو گئے۔ آپ کو اس سے بہت صدمہ ہوا کیونکہ وہ ہمیشہ آپؐ کی مدد کرتے تھے اور بچپن سے جس محبت سے حضورؐ کو پالا تھا آخر دم تک اسی طرح محبت کرتے رہے تھے۔ چچا کی وفات کے بعد حضرت خدیجہؓ نے بھی وفات پائی۔ حضورؐ کو اس سے بہت رنج ہوا۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۶۵ر سال تھی۔ حضورؐ سے شادی کے بعد وہ ۲۴ر سال ۶ر ماہ زندہ رہیں۔

مکہ کے کفار حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کا بڑا لحاظ کرتے تھے۔ حضورؐ کو ستانے سے کچھ رُکتے تھے۔ اب کافروں نے حضورؐ کو اور بھی ستانا شروع کر دیا۔ جس سال ابو طالب اور حضرت خدیجہ نے وفات پائی اُسے حضورؐ

"غم کا سال" فرماتے تھے۔

تبلیغِ طائف کا سفر

طائف ایک پہاڑی مقام ہے جو مکہ سے چالیس میل دور واقع ہے۔ یہاں بڑے بڑے باغ ہیں اور عمدہ عمدہ پھل پیدا ہوتے ہیں۔ وہاں بہت سے امیر لوگ رہتے تھے۔ تبلیغ کے لئے حضورؐ طائف والوں کو اللہ کا پیغام سنانے کے لئے تشریف لے گئے مگر افسوس انہوں نے آپ کی بات نہ مانی بلکہ بازار کے شریر بچوں اور لوگوں کو حضورؐ کو ستانے کے لئے پیچھے لگا دیا۔

یہ شریر لوگ بازار کے دونوں طرف کھڑے ہوگئے۔ حضورؐ جب وہاں سے گذرے تو انہوں نے حضورؐ پر پتھر مارے جن سے آپؐ کے مبارک پاؤں لہولہان ہوگئے۔ اگر آپؐ تکلیف کی وجہ سے کہیں بیٹھتے تو پھر اٹھا دیتے۔ پتھر مارتے اور برُا بھلا کہتے! آخر تھک کر حضورؐ نے ایک باغ میں پناہ لی! وہ کیسا بے بسی کا وقت ہو گا!۔ (تب اللہ کا فرشتہ حاضر ہوا اور اللہ کا پیغام دیا اور کہا "اے اللہ کے رسُولؐ اگر آپؐ فرمائیں تو طائف کے لوگوں پر پہاڑ گرا کر انہیں کچل دیا جائے۔"

"خدایا ایسا نہ کرنا، شاید ان کی اولاد میں سے کوئی تیرا ماننے والا پیدا ہو جائے۔"

حضور اکرمؐ نے گڑگڑا کر دعا کی۔

یہ تھا حضورؐ کا رحم! آپ کتنے رحیم تھے اس کے باوجود آپ ناامید نہ ہوئے۔ طائف سے مکہ لوٹے۔ حضورؐ نے ارادہ فرمایا کہ قبیلے قبیلے میں جا کر اللہ کا پیغام سنائیں مکّہ میں اللہ کا گھر تھا۔ عرب کے کونے کونے سے لوگ حج کے لئے آتے اور کئی دن تک ٹھہرتے۔ مکہ کے ارد گرد میلے لگتے۔ وہاں بہت سے لوگ جمع ہوتے حضورؐ نے ان کے پاس جانا شروع کر دیا۔ پھر پھر کر ان کو قرآن سنایا جس کا اثر یہ ہوا کہ پورے ملک عرب میں اسلام کی اس تحریک کی آواز پھیلنے لگی۔ اسی زمانہ میں "یثرب" یعنی مدینہ طیبہ کے دو بڑے قبیلوں کے کچھ آدمی حضورؐ کے پاس آئے۔ حضورؐ عقبہ کے مقام پر ان سے ملے، اللہ کا کلام سنایا۔ ان سب نے ایک ساتھ اسلام قبول کرلیا۔ یہ چھ آدمی تھے۔ انہوں نے حضورؐ سے خواہش کی کہ کوئی مبلغ بھیجا جائے جو ہمیں دین سکھائے۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ بھیجا۔ یہ مدینہ تشریف لے گئے اور اسلام کی باتیں لوگوں کو سکھائیں۔

دوسرے سال مدینہ سے بارہ آدمی پھر آئے اور مسلمان

ہوئے۔ ان میں نو آدمی قبیلہ خزرج کے اور تین آدمی قبیلہ اوس کے تھے۔ یہ بھی عقبہ کے مقام پر حضورؐ سے ملے تھے۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لے کر یہ وعدہ لیا کہ وہ آئندہ بُری باتوں سے دُور رہیں گے۔ ان میں سے کچھ باتیں یہ تھیں۔

۱۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے۔

۲۔ چوری نہیں کریں گے۔

۳۔ زنا سے دور رہیں گے۔

۴۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔

۵۔ کسی پر جھوٹا الزام نہیں لگائیں گے۔

۶۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم جن اچھی باتوں کا حکم دیں گے۔ ان سب پر دل و جان سے عمل کریں گے۔ اس موقع پر مدینہ والوں نے حضورؐ کو مدینہ آنے کی دعوت دی اور کہا کہ اگر آپؐ مدینہ تشریف لے آئیں تو ہم آپ کی پوری مدد کریں گے۔

حضورؐ نے ان کی اس دعوت کے بعد تبلیغ کا کام مزید تیز کر دیا۔

آخرکار اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو مکّہ سے ہجرت کر جانے کا حکم آگیا۔ رسُولِ خداؐ نے سب مسلمانوں کو مدینے کی طرف چلے جانے کی ہدایت کی اور لوگ ہولے ہولے وہاں

سے جانے شروع ہو گئے۔ آخر ایک رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دوست ابوبکرؓ کے جانے کا فیصلہ بھی ہو گیا۔ حضورؐ نے اپنے جاں نثار چچازاد بھائی حضرت علیؓ کو اپنے بستر میں سلایا اور خود مکّے سے تشریف لے گئے۔ آپؐ نبوت کے بعد تیرہ سال مکّے میں رہے تھے اور آپؐ کی عمر ۵۳ سال کی تھی۔ کفار مکہ اسی انتظار میں تھے کہ موقع پا کر آپؐ کو شہید کر دیں، مگر خدا کی حفاظت اور رہنمائی میں آپؐ ان کی آنکھوں کے سامنے سے نکلتے چلے گئے اور انہیں دکھائی نہیں دے سکا کفار مکہ کو جب پتہ چلا تو انہوں نے پیچھے لوگ دوڑائے۔ پیچھا کرنے والوں سے بچنے کے لئے رسول اکرمؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مکّے سے کچھ دور غار ثور میں ٹھہر گئے۔ دشمن جب تلاش کرتے کرتے اس غار تک پہنچے تو دیکھا کہ غار پر مکڑی نے جالا تن رکھا ہے کہنے لگے کہ وہ یہاں کہاں رہتے۔ چنانچہ کفار واپس چلے گئے۔ ایک بار جب کفار سر پر ہی پہنچ گئے تو ابوبکر گھبرا گئے حضورؐ نے فرمایا۔ ابوبکر گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

حضرت ابوبکر کے صاحبزادے ہر روز رات کو آکر مکہ کی خبریں اور کافروں کے حالات بتایا کرتے۔ غلام بکریاں لے کر آتا تاکہ دودھ پلا جائیں۔

اس غار میں دونوں رفیق مکّے سے تین میل دُور، تین دن تک

ٹھہرے رہے۔ یہاں پر ایک اور واقعہ پیش آیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو غار میں سانپ نے کاٹ لیا۔ حضورؐ نے اپنا لعابِ دہن زخم پر لگایا اور زہر بالکل ٹھیک ہو گیا اور درد جاتا رہا۔ آخر دونوں رفیق غار سے نکلے اور مدینے کی طرف روانہ ہو گئے سفر میں پھر ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ خدا آپؐ کی کس طرح حفاظت کر رہا تھا۔ مکے کا ایک کافر سراقہ بن مالک نامی تاک میں تھا۔ اُسے جب یہ پتہ چلا کہ محمدؐ اور ابوبکرؓ غارِ ثور سے نکل کر مدینے کی طرف روانہ ہو گئے ہیں تو وہ بھی پیچھے پیچھے روانہ ہوا اور ایک دن اور رات کی مسافت طے کرنے کے بعد آپؐ کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ جب وہ کافر سر پر ہی آ پہنچا تو ابوبکرؓ نے کہا۔ یارسول اللہؐ اب کیا ہو گا تو رسول اللہؐ مسکرائے کیونکہ تھوڑی ہی دیر میں سراقہ کا گھوڑا گھٹنے گھٹنے ریت میں دھنس گیا اس نے اسے نکالا اور دو قدم چلایا تو وہ پھر ریت میں دھنس گیا اور ریت سراقہ کے چہرے پر آ پڑی۔ اب اُسے احساس ہوا کہ وہ جس کی طرف بُرے ارادے سے جا رہا تھا، اس کی حفاظت خود خدا کر رہا ہے۔ وہ گھبرا کر واپس لوٹ گیا۔

چند دن بعد حضورؐ جب مدینے پہنچے تو مدینے کے لوگ خوش آمدید کے گیت گا رہے تھے پہاڑیوں میں سے چودھویں

کا چاند نکل آیا ہے۔ آج وہ بہت خوش تھے کیونکہ ان کا محبوب رہنما ان کے درمیان مستقل رہنے کیلئے خود آگیا تھا۔

مدینہ منورہ :

مدینے میں پہنچتے ہی حالات بالکل مختلف صورت اختیار کر گئے۔ پہلے مسلمان مکّے میں مجبور و بے بس تھے۔ ان پر ظلم توڑے جاتے تھے۔ ان کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا تھا۔ مگر وہ اب آزاد فضا میں سانس لے رہے تھے اور اب اسلام مجبور نہیں رہ گیا تھا۔ وہاں وہ چند سو تھے یہاں وہ کثیر تعداد میں تھے۔ مدینے کے بیشتر لوگ پہلے ہی رسولِ اکرمؐ پر ایمان لا چکے تھے۔ اس لئے کسی قسم کی مخالفت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اب بہت عرصے بعد مسلمانوں کو ایک ایسا مقام میسّر آگیا جہاں سے وہ کھلم کھلا اور علی الاعلان اپنے دین کی تبلیغ کر سکتے تھے۔ مسلمان بہت خوش تھے۔

مدینہ میں حضورؐ نے مہاجر مسلمانوں اور مقامی مسلمانوں کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا جو حیرت انگیز اخوّت کا نظام تھا انہوں نے باہمی ایک دوسرے کے لئے ایثار و قربانی کی جو اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔ وہ آج تک تاریخ کے چہرے پر حیرت کا سوالیہ نشان چھوڑ گئی ہیں۔ وہ مسلمان جو مکّے سے ہجرت کر

کے مدینہ آئے تھے، مہاجر کہلائے اور وہ مسلمان جو مدینے میں رہ رہے تھے انصار کہلائے۔ انصار کا مطلب ہے مدد کرنے والا بھائی۔ جو لوگ مکہ سے ہجرت کر آئے تھے، وہ نہایت جلدی میں بے سروسامانی کے عالم میں وہاں سے روانہ ہوئے تھے، اس لئے بالکل بے سروسامان اور غریب تھے۔ مگر انہیں مدینے کے انصار بھائیوں نے یہ محسوس بھی نہیں ہونے دیا کہ وہ اپنے گھروں سے نکلے ہوئے مہاجر ہیں۔ انہوں نے مہاجرین کی اس طرح دل کھول کر امداد کی کہ لوگ ششدر رہ گئے۔ رسولِ اکرمؐ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ ایک۔ ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کے حوالے کر دیا اور کہا کہ تم اس کا اس وقت تک بوجھ اٹھاؤ جب تک یہ کمانے نہیں لگ جاتا اور اس طرح ان کے وہاں رہنے کا بندوبست کیا گیا۔ پھر انصاریوں نے بھی جذبۂ ایثار کی ایسی ایسی مثالیں پیش کیں کہ جس انصاری کے پاس دو مکان تھے، اس نے اپنا ایک مکان مہاجر کو دے دیا اور ایک میں خود رہنے لگا۔ جس کے پاس ایک تھا انہوں نے اس میں سے بھی نصف مہاجر کو بانٹ کر دے دیا۔ اسی طرح زمین دکان، کپڑا اور دوسری ضرورت کی چیزوں کی بھی تقسیم کر لی۔ یہ الگ بات ہے کہ مہاجرین نے بہت سی چیزیں لینے سے انکار کر دیا اور محنت کرنے کو ترجیح دی۔ مگر اسلام

جو ایثار اور قربانی کا سبق انہیں سکھانا چاہتا تھا، اس کا عملی مظاہرہ انہوں نے کر کے دکھا دیا۔ مہاجرین اور انصار ایسے بھائی بھائی بنے کہ پھر ان کو کوئی چیز جدا نہ کر سکی۔ ایک بھائی کی پسند دوسرے بھائی کی پسند تھی، اور وہ ایک دوسرے پر فدا تھے۔ نبی اکرمؐ نے انسانی برادری کا یہ حیرت انگیز کارنامہ انسانیت کے سامنے پیش کیا، جس کی مثال آج تک دنیا پیش نہیں کر سکی۔

مدینہ میں نماز کا حکم:

مدینہ منورہ آکر جب مسلمانوں کو امن وسکون ملا تو نماز باجماعت پڑھنے کا حکم ہوا۔ اذان کی ابتداء بھی یہاں ہی ہوئی۔ پھر جمعۃ المبارک کی نماز بھی سب مسلمانوں نے مل کر پڑھی۔

مدینہ میں یہودی بھی رہتے تھے یہ بہت دولت مند قوم تھی یہ خدا کے پیغبر حضرت موسیٰؑ کی قوم میں سے تھے۔ شروع میں انہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کا مذہب ہمارے مذہب کے قریب ہے۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں کی مخالفت نہیں کی۔ حضورؐ نے بھی ان کو اپنے ساتھ ملا لیا اور کہا کہ ہمارے ساتھ مل کر عہد کر لو کہ جب مدینہ پر کوئی حملہ کرے گا تو ہم دونوں مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔ یہودیوں نے یہ بات مان لی لیکن کچھ

عرصہ بعد جب اسلام تیزی سے پھیلنا شروع ہو گیا تو یہ دیکھ کر ان میں مسلمانوں کے خلاف حسد اور بُغض پیدا ہو گیا نیز مدینہ میں ایک دوسرا گروہ ایسا پیدا ہو گیا جن کی دلی ہمدردیاں کافروں کے ساتھ تھیں۔ یہ اپنے آپ کو ظاہر میں مسلمان کہتے تھے۔ لیکن دل میں مسلمانوں کے خلاف تھے۔ ان کا بڑا سردار عبداللہ بن اُبیّ تھا انہی کو منافق کہا جاتا ہے۔

اسلامی حکومت:

مدینہ میں پہنچنے کے بعد حضور اکرمؐ نے یہاں اپنی اسلامی حکومت قائم کر لی اور پہلی دفعہ مسلمانوں نے سکھ کا سانس لیا۔ اسلام کا پیغام جو مشکلات کی بناء پر نہایت سُست رفتاری سے پھیل رہا تھا، سازگار ماحول دیکھ کر تیزی سے پھیلنے لگا۔ لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے اور عرب کے قبائل پر اسلام کی حقیقت کُھلنے لگی۔

حضورؐ کی کافروں سے جنگیں:

اگرچہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم بہت رحم دل تھے اور دنیا کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے تھے۔ حضورؐ نے ہمیشہ سب کا بھلا چاہا اور سب کے ساتھ نیک سلوک کیا۔ حضورؐ

تھے۔ حضورؐ یہ نہیں چاہتے تھے کہ دین کے معاملہ میں کسی سے لڑائی کی جائے۔ وہ اسلام پھیلانے کے لئے امن چاہتے تھے۔

لیکن آپ نے حضورؐ کے حالات پڑھ ہی لئے ہیں۔ حضورؐ نے مکہ میں تیرہ سال کس طرح گذارے۔ ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کیں۔ لوگوں سے پتھر کھائے، جسم مبارک سے خون بہہ نکلا۔ لیکن سب کے لئے ہمیشہ دعائے خیر ہی فرمائی۔ "اے اللہ میری قوم نہیں جانتی تُو اُسے معاف فرما۔" پھر اسلام کے لئے گھر بار چھوڑا، اللہ کے حکم سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ حضورؐ کا خیال تھا کہ شاید مدینہ میں اطمینان اور سکون سے سب دنیا کو اللہ کا پیغام دے سکیں گے اور سب مسلمان مل کر اللہ کے حکموں پر آسانی سے عمل کر سکیں گے۔ مگر کافروں نے یہاں بھی آرام سے کام کرنے نہ دیا اور مدینہ جا جا کر مسلمانوں کے خلاف لڑائیاں شروع کر دیں۔

اب مسلمانوں کو تین دشمنوں سے واسطہ پڑا۔ ایک مکہ کے کافر، دوسرے مدینہ کے منافق، تیسرے حجاز کے یہودی۔ اب مدینہ میں اللہ کا دین خوب پھیلنا شروع ہو گیا۔ مکہ کے کافروں کو اس بات پر بڑا غصہ آتا تھا کہ مسلمان مدینہ میں آرام وسکون سے کیوں رہتے ہیں۔ ان کو یہ بھی اچھا نہیں لگتا تھا کہ اسلام کیوں

بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ مل کر مدینہ پر چڑھائی کر دیں۔

بدر کی جنگ؛

مسلمانوں کو ابھی مدینہ آئے دوسرا ہی سال تھا کہ مکّہ کے کافر ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینہ طیبہ لڑنے کے لیئے آگئے وہ تیر، تلوار اور نیزے لے کر مدینے کی طرف بڑھے۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ ۳۱۳ مسلمانوں کو لے کر نکلے مسلمان کم تھے کافر زیادہ۔ ادھر مسلمانوں کے پاس سامان بھی بہت کم تھا مگر مسلمانوں کے ساتھ اللہ تھا۔ یہ لڑائی بدر کے میدان میں ہوئی، اسی لئے اس کو "بدر کی لڑائی" کہتے ہیں۔ فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ رات ہو گئی لوگ آرام کرنے لگے لیکن حضورؐ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے دعائیں مانگتے رہے۔ صبح کو لڑائی ہوئی۔ پہلے کافروں کا ایک آدمی لڑنے کے لئے نکلا۔ پھر ایک مسلمان مقابلے کے لئے آگے بڑھا وہ شہید ہو گیا۔ پھر تین تین آدمی مقابلے کیلئے نکلے۔ کافروں کی طرف سے عتبہ شیبہ اور تیسرے ولید۔ دوسری طرف سے حضرت حمزہؓ حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ میدان میں آئے۔ لڑائی ہوئی۔ تینوں کافر مارے گئے۔ پھر عام لڑائی شروع ہو گئی۔ دونوں فوجیں لڑتے

لگیں۔ کافر بھی بڑی بہادری سے لڑے اور مسلمان بھی

معاذ اور معوذ کا جہاد:

اس لڑائی میں دو ننھے مجاہد بھی شریک ہوئے ایک کا نام معوذؓ اور دوسرے کا نام معاذؓ تھا۔ یہ انصار کے بیٹے تھے جب حضورؐ لشکر اسلام کی بھرتی فرما رہے تھے تو یہ ایڑیوں کے بل کھڑے ہو کر لڑائی میں شرکت کے لئے اصرار کرتے رہے حضورؐ نے فرمایا "ابھی تم پر جہاد فرض نہیں ہے۔" لیکن وہ بار بار اصرار کرتے رہے پھر حضورؐ نے بھی اجازت دے دی۔ انہوں نے یہ عہد کیا کہ ہم سب سے بڑے دشمن اسلام ابوجہل کو قتل کریں گے یا خود مارے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"انہوں نے لڑائی کے دوران میں مجھ سے ابوجہل کے بارے میں معلوم کیا۔ میں نے اشارے سے بتایا اور کہا "ابوجہل کا پوچھ کر کیا کرو گے۔" انہوں نے کہا کہ ہم نے اس کو قتل کرنے کا عہد کیا ہے۔ کچھ دیر بعد کیا دیکھتا ہوں کہ دونوں باز کی طرح ابوجہل پر جھپٹے اور وہ دشمن اسلام زمین پر گر پڑا۔ اس کے لڑکے عکرمہ نے پیچھے آکر معاذؓ کے بائیں بازو پر تلوار سے وار کیا۔ بازو لٹک گیا۔ لیکن یہ ننھا مجاہد جذبہ جہاد میں اتنا

محو تھا کہ تکلیف کو محسوس تک نہ کیا اور عکرمہ کا پیچھا کیا لیکن وہ کسی طرح بچ کر نکل گیا اور حضرت معاذؓ اسی حالت میں لڑتے رہے یہاں تک کہ لٹکا ہوا بازو لڑائی میں رکاوٹ بننے لگا۔ انہوں نے اس بازو کو اپنے پاؤں کے نیچے دبا کر الگ کر دیا۔ اب وہ لڑائی کے لئے آزاد تھے۔ اس طرح لڑتے ہوئے شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔ یہ تھا ان بچوں کا حوصلہ، صبر اور جذبۂ جہاد اس طرح انہوں نے سب سے بڑے دشمن اسلام کو قتل کیا جو حضور اکرمؐ کو ستایا کرتا تھا۔

اللہ نے مسلمانوں کی مدد کی اور بدر میں کافروں کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ ابوجہل اور عتبہ دونوں مارے گئے قریش کے ۷۰ آدمی مارے گئے۔ اور اتنے ہی گرفتار ہوئے اور مسلمانوں کے صرف ۱۴ آدمی شہید ہوئے۔ کافروں کے سرداروں کا مرنا تھا کہ قریش نے بھاگنا شروع کر دیا اور مکّہ آکر دم لیا اس طرح اللہ نے ۳۱۳ آدمیوں سے ایک ہزار آدمیوں کو شکست دلوا دی۔

روزہ رکھنے کا حکم:

اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی تو اسی سال اللہ نے نماز کے بعد روزے کی عبادت بھی فرض کر دی۔ اس عبادت کے لئے

رمضان کا مہینہ مقرّر کیا گیا۔ یہ وہی مہینہ ہے جس میں سب سے پہلے حضورؐ کو غارِ حرا میں اللہ کا پیغام ملا تھا۔ یہی پیغام قرآن کی صورت میں ہمارے پاس آج بھی موجود ہے۔ بدر کے اسی سال مسلمانوں نے مل کر پہلی عید منائی تھی۔

اُحد کی جنگ:

مکّہ کے کافروں کو بدر کی شکست کا بڑا غصّہ تھا۔ قریش کے سردار ابو سفیان نے سب کو جمع کیا اور بہت بڑی فوج اور تیاری کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھا۔ اس دفعہ وہ عورتوں کو بھی اپنے ساتھ لایا۔ یہ عورتیں شعر پڑھ پڑھ کر مردوں کو ابھارتیں تاکہ وہ لڑائی میں بڑے جوش کے ساتھ لڑیں اور بدر کی لڑائی کا بدلہ لیں۔ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے جو اسلام لا چکے تھے ایک آدمی کے ذریعہ اطلاع پہنچائی حضورؐ نے لڑنے کے بارے میں مسلمانوں سے مشورہ کیا اور مدینہ میں عورتوں اور بچوں کی دیکھ بھال کا انتظام کر کے مسلمانوں کی فوج کے ساتھ خود کفار کے لشکر کا انتظار کرنے لگے۔ دو دن کے انتظار کے بعد تیسرے دن جمعۃ المبارک کی نماز پڑھ کر ایک ہزار مسلمانوں کے ساتھ باہر میدان میں نکلے۔ ان میں عبداللہ بن اُبَی منافقین کا سردار بھی اپنے تین سو آدمیوں کے ساتھ شامل تھا لیکن بعد میں وہ یہ کہہ کر اپنے ساتھیوں کو واپس لے

گیا کہ حضورؐ نے میری رائے پر عمل نہیں کیا۔ اس لئے میں آپؐ کے ساتھ ہو کر نہیں لڑ سکتا۔ اب صرف سات سو مسلمان مجاہدین رہ گئے۔

مسلمانوں نے اُحد پہاڑ کے سامنے اپنی صفیں درست کیں۔ اس پہاڑ میں ایک درہ تھا۔ حضورؐ نے پچاس تیر چلانے والوں کو اس کی نگرانی کے لئے مقرر فرمایا تاکہ پیچھے سے دشمن حملہ آور نہ ہو سکے۔ نیز فرمایا "خواہ ہماری جیت ہو یا ہار تم اپنی جگہ سے ہرگز نہ ہلنا"

پھر لڑائی شروع ہوئی۔ قریش کی طرف سے طلحہ اور مسلمانوں کی طرف سے حضرت علیؓ میدان میں آئے۔ حضرت علیؓ کی تلوار نے طلحہ کا کام تمام کر دیا۔ پھر عام جنگ شروع ہو گئی۔ اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی کافر بھاگنے لگے۔ اور مسلمانوں نے غنیمت کا مال جمع کرنا شروع کر دیا۔ ادھر درّے کے محافظ تیر اندازوں نے سوچا کہ اب تو فتح ہو ہی گئی ہے اب یہاں کھڑے رہنے کی کیا ضرورت ہے ان کے سردار عبداللہ بن جُبیرؓ نے انہیں روکا لیکن باقی مجاہدین نے یہ جان کر کہ لڑائی ختم ہو چکی ہے مال غنیمت جمع کرنے میں دوسروں کے ساتھ شریک ہو گئے۔

کافروں نے درہ خالی دیکھ کر پیچھے سے دوبارہ حملہ کر

دیا۔ عبداللہ ابن جبیرؓ اور ان کے چند ساتھیوں نے خوب مقابلہ کیا اور سب کے سب شہید ہو گئے۔ پھر کافر آگے بڑھے عام حملہ ہوا اس حملے سے مسلمان گھبرا گئے۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ کئی مسلمان شہید ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضورؐ کے چہرہ مبارک پر زخم آئے اور آگے کے دانت مبارک شہید ہو گئے۔ اس حالت میں حضورؐ کی زبان مبارک سے ایسے پُراثر الفاظ نکلے کہ قیامت تک یاد رکھے جائیں گے۔ "اے اللہ میری قوم کو معاف فرما، یہ نادان ہے۔" اس کے بعد چند صحابہؓ کے ساتھ آپ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ ابوسفیان نے اپنی فوج کو پہاڑ پر چڑھانا چاہا لیکن حضرت عمرؓ اور باقی ساتھیوں نے پتھر برسائے جس سے کافر آگے نہ بڑھ سکے اور واپس چلے گئے۔

پہلے مسلمان جیتے تھے اب کافر جیت گئے۔ یہ ہار اس لئے ہوئی کہ درّے کے تیراندازوں نے حضورؐ کے حکم کی پوری طرح پابندی نہ کی۔ اور درہ چھوڑ گئے۔ اس لڑائی میں ستّر ۷۰ مسلمان شہید ہوئے۔ جن میں حضرت حمزہؓ بھی تھے حضورؐ کو ان کی شہادت کا بہت صدمہ تھا۔

خندق کی جنگ :

یوں تو مسلمان خطروں میں گھرے ہوئے تھے لیکن در حقیقت مسلمانوں کو اس وقت تین گروہوں سے سب سے زیادہ خطرہ تھا۔ کافر، منافق اور یہودی۔ جنگ احد کے بعد یہودیوں نے بھی شرارتیں شروع کر دیں۔ یہ بہت مالدار اور طاقتور تھے ان کی تجارت بہت پھیلی ہوئی تھی۔ عرب کے بہت بڑے حصّہ پر ان کا اثر تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف باقاعدہ سازشیں شروع کر دیں۔ مدینہ میں ان کے تین بڑے طاقتور قبیلے تھے۔ شروع میں انہوں نے حضورؐ سے امن کا معاہدہ کیا اور لڑائی کی صورت میں مدینہ کے بچاؤ کا قول دیا لیکن جب مسلمانوں کی یہ نئی تحریک پھیلنی شروع ہوئی اور مسلمانوں کو بدر میں فتح ہوگئی تو انہوں نے کافروں اور منافقین سے مل کر مسلمانوں سے معاہدے توڑ دیئے۔ آخر ان کی اور مسلمانوں کی لڑائیاں ہوئیں۔ ان لڑائیوں میں یہودی ہار گئے اور حضورؐ نے ان کو مدینہ سے نکال دیا۔ کچھ ان کے سردار خیبر کے علاقہ میں جاکر آباد ہو گئے اور کچھ شام میں۔

ان یہودیوں نے مکّہ کے کافروں کو پھر لڑائی کے لئے آمادہ کیا مدینہ میں جو یہودی قبیلہ رہ گیا تھا۔ وہ بھی ان کے ساتھ مل گیا

چنانچہ مدینہ کے بچاؤ کے لئے حضورؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا۔ اب یہ طے ہوا کہ مدینے کے سامنے بڑی سی کھائی کھود لی جائے۔ کھائی کو ہی "خندق" کہتے ہیں۔ اسی لئے اس لڑائی کو "جنگِ خندق" بھی کہتے ہیں۔

اب مسلمان مدینہ کے اندر تھے۔ یہودی اور کافر باہر۔ بیچ میں خندق تھی۔ کافر بار بار حملہ کرنے کی کوشش کرتے رہے بیس دن تک یہ مدینہ کے گرد گھیرا ڈالے رہے۔ ایک جگہ خندق کی چوڑائی کم تھی، کافروں نے ایک دن یہاں سے حملہ کیا۔ اُن کا ایک بڑا پہلوان عمرو بن عبدوُدّ گھوڑا کودا کر آگے بڑھا۔ حضرت علیؓ کی تلوار نے اس کا کام تمام کر دیا اور نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

اس طرح کئی دن گذر گئے۔ کافروں اور یہودیوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ پھر اللہ کی قدرت سے اتنی سخت آندھی آئی کہ کافروں کے خیمے اکھڑ گئے۔ ان کے کھانوں کی ہانڈیاں الٹ پلٹ گئیں آخر وہ تنگ آکر چلے گئے اور مدینہ کو اللہ نے بچا لیا۔

صُلحِ حُدیبیہ؛

مسلمانوں کا دل چاہ رہا تھا کہ کسی طرح مکّہ مکرمہ جاکر خانہ کعبہ کا طوائف کریں اور اللہ کے گھر کی زیارت کریں جس سے

وہ کئی سال سے محروم کر دیئے گئے تھے۔ اسی نیّت سے حضورؐ چودہ۱۴۰۰سو مسلمانوں کو ساتھ لے کر مکّہ کے لئے روانہ ہوئے۔ لڑائی کی نیّت نہ تھی۔ حضورؐ نے حکم دیا تھا کہ صرف تلواریں ساتھ لیں اور وہ بھی نیام میں رہیں۔ قربانی کے اونٹ بھی ساتھ لئے۔ عرب کے سب لوگ جانتے تھے کہ جو سفر اس غرض سے کیا جائے ان لوگوں پر تلواریں اٹھانا جائز نہیں۔

لیکن کافر سمجھے کہ مسلمان لڑنے کے لئے آرہے ہیں۔ کافر مسلمانوں کو روکنے کے لئے آگے بڑھے۔ حضورؐ نے کافروں کو کہلا بھیجا کہ ہم صرف عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ بہتر ہے کہ قریش کچھ مدت کے لئے ہم سے صلح کا معاہدہ کر لیں۔ اس طرح ایک دوسرے کی طرف پیغامات بھیجے گئے اور بات چیت ہوتی رہی۔ آخر یہی طے ہوا کہ آپس میں صلح کر لی جائے یہ صلح جس جگہ ہوئی تھی اس جگہ کا نام حدیبیہ تھا۔ اسی لئے اس کو "صلح حدیبیہ" کہتے ہیں۔ اس سال مسلمان اللہ کا گھر دیکھے بغیر واپس چلے آئے۔ اس صلح کی شرائط ایسی تھیں کہ جس سے اسلام کی جیت ہوئی اور قرآن میں اس کا ذکر آیا۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ط ہم نے تجھے کھلی فتح دی۔ اس صلح کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں کو اطمینان سے دوسرے ملکوں اور بادشاہوں تک اسلام کی دعوت پہنچانے

کا موقعہ مل گیا۔

باقاعدہ اسلامی حکومت کا نظام:

مسلمانوں نے مدینے میں باقاعدہ اپنی حکومت کا نظام کامیابی سے چلانا شروع کر دیا۔ حضور اکرمؐ اس ریاست کے سربراہ تھے۔ صحابہؓ ہر معاملے میں حضورؐ کے حکم کے منتظر رہتے تھے۔ مدینہ میں حضورؐ کے قتل کی ایک دو سازشیں یہودیوں نے کیں لیکن وہ ناکام کر دی گئیں۔ مدینے کے یہودیوں نے شورش برپا کرنے کی کوشش کی تو انہیں خیبر کی طرف نکال دیا گیا اور بعد میں انہیں وہاں بھی شکست دی گئی چھوٹی بڑی اور بھی کئی جنگیں کفار کے ساتھ ہوئیں مگر ہر جنگ میں مسلمانوں کا پلّہ بھاری رہا، کیونکہ ایک تو ان مسلمانوں کا ایمان مضبوط تھا، دوسرے خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت و وفاداری کے سبب انہیں خدا کی مدد بھی حاصل تھی۔

غلبہ اسلام:

اس طرح عرب کے تمام قبائل اسلام کی طاقت سے ختم ہو گئے۔ لیکن درحقیقت کفارِ عرب اسلام کی تلوار سے نہیں بلکہ مسلمانوں کے اچھے اخلاق سے مفتوح و متاثر ہوئے تھے

کیونکہ مسلمان جہاں بھی جاتے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ ان کے ساتھ رحم وکرم سے پیش آتے تھے۔ ان پر ظلم نہیں کرتے تھے۔ کوئی امیر کسی غریب پر اپنے روپے پیسے کی بناء پر ظلم نہیں کرتا تھا۔ سب لوگ برابر تھے اور مساوات کی لڑی میں پروئے ہوئے تھے۔

مساوات اور احتساب :

☆ اسلام نے تمام انسانوں کو ایک سا درجہ دیا اور یہ تعلیم دی کہ دولت، نسب اور شان و شوکت کی بناء پر کسی کی عزت نہیں کی جا سکتی بلکہ اس شخص کا رتبہ بلند ہے جو نیکی کرتا ہے، برائی سے پرہیز کرتا ہے اور خدا سے ڈرتا ہے۔
کیونکہ سب انسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں اور حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا کیئے گئے۔ اس لئے جو بھی مسلمان غرور کرتا ہے یا اپنے سے کسی غریب کو اپنے سے کم تر سمجھتا ہے، اسے اتنا ضرور سوچ لینا چاہیئے کہ ایک دن ہم سب کو مر جانا ہے اور ہمارے اپنے دوست رشتہ دار ہمیں مٹی میں دفن کر آئیں گے اور وہاں پر سب برابر ہوں گے۔ اگر کوئی امیر ہے تو اس کی وجہ سے وہ موت سے بچ نہیں سکتا ہم سب کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور کل اپنے اللہ

کے سامنے پیش ہونا ہے دنیا میں ہم جتنے سال بھی رہیں گے، ہمیں اس کے ایک ایک منٹ کا حساب دینا ہے۔ اگر ہم برائی کریں گے تو اللہ میاں ہمیں سزا دیں گے اور اگر ہم نیکی کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں انعام دیں گے اور کوئی شخص اپنے روپے پیسے سے اللہ کی مرضی خرید نہیں سکتا کیونکہ قیامت کے دن ہم سب لوگ مٹی میں سے اٹھیں گے اور ہمارے پاس کوئی دولت نہیں ہو گی۔ ہمارے پاس ہماری کل دولت ہمارے اچھے اعمال ہوں گے جو ہم اس دنیا میں کرتے ہیں، اس لئے جو لوگ اس دنیا میں اچھے کام کرتے ہیں، والدین کی فرمانبرداری کرتے ہیں، غریبوں سے پیار کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، سچ بولتے ہیں، جھوٹ نہیں بولتے، گالی نہیں دیتے، بچوں سے پیار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہو گا اور انہیں ان کا انعام جنت کی صورت میں دے گا، جہاں بہت بڑے بڑے خوبصورت محل ہوں گے اور نیک لوگوں کو اللہ کی خوشنودی حاصل ہو گی اور جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں، گالی دیتے ہیں، غریبوں پر ظلم کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں، زیادتیاں کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، شراب پیتے ہیں، والدین کا احترام نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو جائیں گے اور انہیں دوزخ میں ڈال

دیں گے اور دوزخ ایک بہت بڑا آگ کا آلاؤ ہے، جس میں لوگ جلیں گے اور اچھا آدمی جو اس دنیا میں چاہے غریب ہے، قیامت کے بعد اللہ کے حکم سے محلوں میں رہے گا۔ اور بُرا آدمی جو یہاں اس دنیا میں چاہے کوٹھیوں میں عیش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوزخ میں جلے گا۔ لیکن اس دنیا میں تو ہم سب دیکھتے ہیں کہ انسان پچاس یا ساٹھ سال کے بعد مر جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کے دُکھ یا عیش ختم ہو جاتے ہیں مگر اس دوسری دنیا میں جس کا نام آخرت ہے ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم اس دنیا میں اچھے کام کریں تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خوش رہ سکیں۔

یہی بات تھی جو مسلمانوں کو ہمارے پیارے رسولؐ نے سکھائی تھی اور اسی لئے وہ سب لوگوں سے اچھی طرح پیش آتے تھے اور انؐ کے اخلاق سے متاثر ہو کر ہزاروں، لاکھوں کافر مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ پر ایمان لے آئے تھے۔ اس طرح اسلام بہت دُور دُور تک پھیل گیا۔

مدینے میں اسلامی حکومت کو قائم ہوئے پانچ سال گذر چکے تھے اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ ہجرت کے چھٹے سال رسولؐ اللہ نے مکہ میں جا کر کعبہ کی زیارت کا ارادہ کیا تھا

لیکن مسلمان اس سال کفار کے ساتھ صلح حدیبیہ کر کے لوٹ آئے تھے۔ یہ صلح بھی مسلمانوں کے لئے فتح ہی ثابت ہوئی تھی اس سے مسلمانوں کو بہت فائدے ہوئے۔ صلح کی شرائط یہ تھیں کہ مسلمان کچھ عرصہ کے لئے مکہ نہیں آئیں گے اور کفار مدینے آسکیں گے مسلمان طواف کے لئے آسکیں گے تو تین دن رہ کر چلے جائیں گے عرب کا کوئی بھی قبیلہ کسی بھی فریق کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہو سکے گا۔

ظاہری طور پر تو ایسا لگتا تھا جیسے اس سے مسلمانوں کی ہتک ہوئی تھی مگر بعد میں اندازہ ہو گیا کہ رسول اکرمؐ کا فیصلہ صحیح تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت دیکھ کر بہت سے عرب کے قبیلے مسلمان ہو کر معاہدے میں شریک ہو گئے۔ اس معاہدے میں مسلمانوں کا فائدہ اور اپنا نقصان دیکھ کر تھوڑے عرصے بعد کفارِ مکہ نے خود ہی اس معاہدہ کی خلاف ورزی کر دی اور صلح نامہ پھاڑ دیا۔ اب مسلمانوں کے لئے صلح کی کوئی پابندی نہ تھی۔ اب انہوں نے مکہ کی فتح کے لئے اپنی طاقت بڑھانا شروع کر دی چند ہی سال میں مسلمانوں کی طاقت اتنی بڑھ گئی کہ رسول اکرمؐ نے محسوس کیا کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ اسلام کو پورے عرب میں پھیلا دیا جائے۔ چونکہ عرب کے دوسرے حصے تو پہلے ہی کثیر تعداد میں مسلمان ہو چکے تھے، اس لئے اب مکہ کی فتح

ضروری تھی، کیونکہ مسلمانوں کا کعبہ اور خدا کا گھر وہاں تھا۔

فتح مکّہ

مکّہ کی فتح کے لئے پیارے نبیؐ نے مسلمانوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ مسلمانوں کے قبائل نے بھی تیاری شروع کر دی مسلمانوں کے قبائل کی مکمل تیاری کے بعد ہجرت کے آٹھویں سال آپؐ دس ہزار جاں نثاروں کے ساتھ مکّہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مکّہ کے قریب جا کر جب پڑاؤ ڈالا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ہر قبیلہ اپنی آگ الگ روشن کرے تاکہ اسلام کی شان و شوکت کا کافروں کو اندازہ ہو سکے۔ مسلمانوں کا یہ دبدبہ دیکھ کر کفّار کے حوصلے جواب دے گئے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ چنانچہ دوسرے ہی دن رسول اللہؐ اپنے ہزاروں ساتھیوں کے ساتھ مکّہ میں پُرامن طریقے سے داخل ہوئے لوگ سمجھتے تھے کہ چونکہ انہوں نے اللہ کے رسولؐ پر بہت ظلم کئے تھے، اس لئے ان پر بھی ظلم کیا جائے گا۔ مگر وہ یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے جب رسولؐ اللہؐ نے فرمایا، "میں آج تم سب کو معاف کرتا ہوں، جس طرح یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا تھا۔" اس طرح

مکّہ فتح ہو گیا۔ جب مکّہ فتح ہوا تو اتنا سکون اور اطمینان قائم رہا کہ کسی شخص کا ایک قطرۂ خون بھی نہ بہا۔ مسلمانوں کا اتنا اچھا اخلاق اور سلوک دیکھ کر مکّہ کے ہزاروں افراد مسلمان ہو گئے اور رسول ؐ اللہ نے فرمایا کہ "آج امن اور اتحاد کا دن ہے۔" حضورؐ کچھ دن قیام کر کے مدینہ واپس چلے گئے۔

حجۃ الوداع

ہجرت کے دسویں سال آپؐ حج کے لئے مکّہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ ایک لاکھ سے زائد صحابہؓ تھے مسلمان بہت خوش تھے۔ فتح مکّہ کے بعد یہ پہلا حج تھا جس میں خود حضورؐ امیرالحج تھے۔ اس حج کے بعد آپؐ کو مکّہ مکرمہ میں خانہ کعبہ اور عرفات کی زیارت کا موقع نہیں مل سکا۔ اس لئے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ عظیم انسانوں کا یہ سمندر اللہ کے گھر کی زیارت کے لئے چلتا گیا۔ اس میں اضافہ ہوتا گیا حج کے موقع پر جب تمام عرب کے مسلمان اکٹھے ہوئے تو آپؐ نے اپنی زندگی کی آخری تقریر کی۔ آپؐ نے فرمایا۔

"میں جو کچھ کہوں اُسے غور سے سنو کیونکہ مجھے نہیں معلوم۔ ہو سکتا ہے کہ اس سال کے بعد میں تم سے یہاں نہ مل سکوں"۔

خطبہ حجۃ الوداع:

آپؐ نے جو نصیحتیں مسلمانوں کو کیں، ان کا خلاصہ یہ ہے۔
"اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔"
"لوگوں کی جان، مال اور عزت کا خیال رکھنا۔"
"کوئی امانت دے تو اس میں خیانت نہ کرنا۔"
"خونریزی اور سودخواری کے قریب نہ پھٹکنا۔"

پیارے نبیؐ نے تقریر کرتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ مسلمان آپس میں کیسے رہیں۔ پھر یہ کہ عام انسانوں کے ساتھ ان کا برتاؤ کیسا ہو۔ آپؐ نے مساوات پر بہت زور دیا۔ اونچ نیچ اور ذات پات کی زنجیروں کو توڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ "لوگو! تمہارا رب ایک ہے تمہارا باپ ایک ہے، تم سب آدمؑ کے بیٹے ہو اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بہتر وہ ہے جو خدا سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔ تم میں سے کسی کو کسی پر برتری نہیں کیونکہ وہی بہتر ہے جس کے اعمال اچھے ہیں۔" اس کے بعد آپؐ نے اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا کہ اے اللہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا تو آپؐ کے صحابہؓ نے بیک زبان کہا کہ ہاں آپؐ نے اللہ

کا پیغام پہنچا دیا اس طرح آپؐ نے تین مرتبہ گواہی لی۔ آپؐ کے اس اشارے سے ہی ظاہر ہوتا تھا کہ اب حضورؐ کا آخری وقت قریب آ پہنچا تھا کیونکہ خدا کے دین کا پیغام مکمل پہنچ گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس قسم کی گفتگو سن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے تھے، اس لئے کہ حضورؐ کی سب باتوں کو سب سے زیادہ سمجھنے والے وہی تھے۔

وفات النبی:

آپؐ کی آخری تقریر کے تین مہینے بعد ہی آپؐ پر بیماری کا حملہ ہوا۔ بیماری کا حملہ اتنا شدید تھا کہ تمام مسلمان گھبرا گئے پیارے نبیؐ کی صحت گرتی گئی۔ بخار کبھی کم ہو جاتا اور کبھی بڑھ جاتا۔ جب تک آپؐ کے پیروں میں دم رہا اور چلنے پھرنے کی طاقت رہی، آپؐ مسجد جاتے اور مسلمانوں کی امامت کرتے رہے۔ سب سے آخری نماز جو آپؐ نے پڑھائی وہ مغرب کی نماز تھی۔ عشاء کی نماز کے وقت نہا کر آپؐ بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو دوبارہ نہلائے اور پھر نماز کے لئے اٹھنا چاہا تو پھر بیہوش ہو گئے۔ اسی طرح تین دفعہ ہوا اور پھر جب ہوش آئی تو فرمایا کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ وہی اس کے بعد نماز پڑھاتے رہے۔

حضورؐ اسی طرح چند دن اور بیمار رہے۔ وفات سے چار دن پہلے آپؐ کی طبیعت کچھ سنبھلی تو آپؐ نے ظہر کے وقت غسل کیا اور نماز کے بعد ایک چھوٹی سی تقریر کی، جس میں آپؐ نے مسلمانوں کو حوصلہ دیا کہ جس شخص نے اس دُنیا میں سانس لیا ہے اُس نے بالآخر موت کی خاموشی بھی اختیار کی ہے اور فرمایا تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا اور خدا کے احکام کی پابندی کرتے رہنا۔ اسی طرح کی چند اور وصیتیں کیں۔ وفات سے ایک دن پہلے بخار اتنا تیز ہوا کہ پورا جسم جلنے لگا۔ آپؐ کی سب سے عزیز بیٹی حضرت فاطمہؓ حاضر ہوئیں تو یہ حالت دیکھ کر رونے لگیں۔ آپؐ پر بڑی بے چینی طاری تھی۔ آپؐ بار بار بیہوش ہو جاتے تھے۔ پاس ہی برتن میں ٹھنڈا پانی پڑا تھا۔ آپؐ اس میں ہاتھ ڈالتے پھر چہرۂ مبارک پر ملتے۔ حضرت فاطمہؓ نے رو کر کہا۔ "ہائے میرے باپ کی بے چینی۔" اس پر آپؐ نے فرمایا۔ "آج کے بعد پھر تمہارا باپ بے چین نہ ہوگا۔" سہ پہر کا وقت تھا اور سانس سینہ میں غرغرا رہی تھی۔ اتنے میں مبارک ہونٹ ہلے۔ آپؐ نے فرمایا۔ "نماز اور غلاموں سے نیک سلوک۔" پھر ہاتھ اوپر اُٹھے، آپؐ نے انگلی سے اشارہ کیا۔ اور فرمایا۔

بل الرفیق الاعلیٰ۔ اب اور کوئی نہیں۔ بس وہی ہے سب سے بڑا ساتھی۔

یہی کہتے کہتے ہاتھ لٹک آئے۔ آنکھیں چھت سے لگ گئیں اور روح پاک خدا سے جا ملی۔ وہ دوشنبہ کا دن تھا۔ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی۔ یعنی آپؐ کی جس دن پیدائش ہوئی اسی دن وفات ہوئی۔ ہجرت کا گیارہواں سال تھا۔ جاں نثاروں کی دُنیا اندھیر ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو واپس بلا لیا۔ پیغام مسلمانوں تک اور پوری دنیا کے انسانوں تک پہنچا دیا گیا تھا۔ وفات کے وقت آپؐ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ جنازہ مبارک پر آپؐ کے دوست غمگسار اور مسلمانوں کے پہلے خلیفہ نے کہا۔

"اے اللہ کے رسولؐ،

سلامتی ہو آپؐ پر اور خدا کی برکتیں نازل ہوں۔

ہم گواہ ہیں کہ آپؐ نے رب کا پیغام پہنچا دیا۔

اور دین کے لئے جان لڑاتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے اسے غالب کر دیا۔"

حضورؐ کی سیرت پاک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے لئے نمونہ ہیں۔

ہم سب کو چاہیئے کہ انؐ کی سنت پر عمل کریں۔ حضورؐ کے طریقے اور زندگی میں مختلف عادات کو سنت کہا جاتا ہے خود حضرت عائشہؓ نے کہا کہ رسول اللہؐ کی سنت ہی اصل میں قرآن کی تعلیم ہے۔

اس لئے اگر ہم صحیح معنوں میں اسلام پر عمل کرنا چاہیں اور اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا چاہیں تو اس کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ ہم حضورؐ کی سیرت پر عمل پیرا ہوں اور وہی کام کریں جن کا انہوں نے حکم دیا ہے اور ان کاموں سے رُک جائیں جن سے انہوں نے منع کر دیا ہے۔ حضورؐ انسان کامل کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپؐ کو شاہانہ اندازو اطوار ہرگز پسند نہ تھے۔ آپؐ سادگی پسند تھے۔ سادہ لباس اور سادہ کھانا پسند کرتے تھے۔ آپؐ سب سے اچھی طرح پیش آتے تھے چاہے وہ دُشمن ہو یا دوست، غریب ہو یا امیر، گھر والے ہوں یا باہر والے لوگ۔ حضورؐ کے اچھے اخلاق کی ہزاروں مثالیں ہیں۔ ایک دفعہ عدی بن حاتم نامی ایک صاحب قید ہو کر حضورؐ کے سامنے پیش ہوئے۔ آپؐ نے ان کا اتنا احترام کیا کہ انہیں اپنی خاص نشست پر بٹھایا اور خود نیچے زمین پر بیٹھ گئے۔

رسول اللہؐ کی ایک حدیث ہے کہ جو شخص غرور کرتا

ہے وہ شخص کبھی جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ بچوں کے ساتھ آپؐ کو بے پناہ پیار تھا۔ ایک دفعہ آپؐ عید کی نماز پڑھنے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک یتیم بچہ ملا جو دوسروں کی خوشی دیکھ کر تنہا کھڑا رو رہا تھا۔ حضورؐ کا دل اسے دیکھ کر بھر آیا اور اسے گھر لے آئے اور پھر نہلا دھلا کر عید کی نماز پڑھنے کیلئے اپنے ساتھ لے گئے۔

ایک جنگ کے نتیجے میں قبیلہ طے کی ایک لڑکی گرفتار کر کے پیش کی گئی۔ اس نے حضورؐ سے درخواست کی کہ اُسے چھوڑ دیا جائے کیونکہ وہ ایک بڑے ہی سخی انسان حاتم طائی کی بیٹی ہے۔ یہ دیکھ کر حضورؐ نے اسے فدیہ لئے بغیر رہا کر دیا۔ انہوںؐ نے اپنی زندگی میں بار بار تلقین کی کہ عورتوں کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بھی حضورؐ اکثر نصیحت کیا کرتے تھے۔ چونکہ حضورؐ خود یتیم تھے، اس لئے والدین کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپؐ کی دایہ حلیمہ سعدیہ جب آپ کے پاس پہنچیں تو آپؐ ان کے لئے احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے لئے اپنی چادر بچھائی اور پھر ان کے خاندان والوں کو احترام کے ساتھ رخصت کیا۔

آپؐ کا بچوں کے ساتھ جتنا پیار تھا اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضورؐ جس وقت نماز پڑھ رہے ہوتے تھے تو آپؐ کے نواسے حسنؓ، حسینؓ آپ کے کندھوں پر چڑھ جاتے، آپؐ طنزیہ گفتگو کرنے اور طعنہ دینے کو پسند نہ کرتے تھے۔ آج کل اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے پر طنز کرتے ہیں اور کسی کا مذاق اڑا کر خوش ہوتے ہیں۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ طنزیہ گفتگو کرنے والے اور طعنہ دینے والے بہت بُرے لوگ ہیں۔ آپؐ تمام دنیا کے لئے رحمت تھے اور رحم کرنا آپؐ کا شیوہ تھا فتح مکّہ کے موقع پر آپؐ نے ان لوگوں کو بھی معاف کر دیا۔ جنہوں نے آپؐ کو تیرہ سال تک تکلیفیں دی تھیں ایک دفعہ حضورؐ ایک درخت کے نیچے سو رہے تھے تو ایک کافر آن پہنچا اور تلوار نکال کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اب آپؐ کو مجھ سے کون بچائے گا۔ اس کا ارادہ آپؐ کو جان سے مار ڈالنے کا تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ۔ اس لفظ پر کانپ کر اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ جسے آپؐ نے اٹھا لیا لیکن جب آپؐ کے پاس وہ تلوار آ گئی تو آپؐ نے اسے معاف کر دیا۔ حضورؐ غریبوں کے ساتھ محبت کرتے تھے۔ آپؐ کی رحمت پوری دنیا کے لئے عام تھی۔ غریبوں کے

ساتھ آپؐ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی تھی کہ خدا آپؐ کی زندگی اور موت کے بعد آپؐ کو مساکین میں رکھے۔ نوکروں کے ساتھ خود بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کا حکم دیتے تھے۔ آپؐ کی رحمت و شفقت صرف انسانوں تک ہی محدود نہ تھی۔ بلکہ آپؐ جانوروں پر بھی نرمی اور رحم فرماتے تھے۔ عرب کے لوگ جانوروں پر ظلم کرتے تھے مگر انہیں آپؐ نے اس بات سے منع کیا آپ کا ارشاد ہے کہ جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر بھی ہمیں ثواب ملے گا۔ کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ جانوروں اور پرندوں کو تنگ کرتے ہیں۔ حضورؐ نے اس سے منع فرمایا کیونکہ اس سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ آپؐ کسی کو تکلیف میں دیکھ کر بے چین ہو جاتے تھے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے تھے جب تک اس کی تکلیف دُور نہ ہو جائے۔

حضورؐ ایک فرمانبردار بیٹے غمگسار شوہر، شفیق باپ، متاثر کرتے والے مبلغ، ایک کامیاب فوجی جرنیل، ایک رحم کرنے والے فاتح، انصاف کرنے والے بادشاہ، خدا سے ڈرنے والے عابد و زاہد، حقوق دلوانے والے جج، کُھلے دل والے سخی، ایک پُرامن شہری، ایک دل موہ لینے والے رہنما، ایک

اچھے ذوق والے انسان اور دنیا کی تقدیر تبدیل کرنے والے مصلح تھے۔ وہ ایک مکمل کامیاب انسان تھے اور خدا کے آخری نبی تھے۔ اُن پر ہزاروں سلام ہوں۔ وہ ساری دنیا کے پیشوا تھے اور دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں جو کسی بھی معاملے میں حضورؐ کی رہنمائی کا محتاج نہ ہو۔ وہ دنیا کے ہر پہلو میں ہماری رہنمائی کرتے ہیں اور ان کی پیروی میں ہی ہم سب کی آخرت کی فلاح ہے۔

حضورؐ کے ساتھی:

حضورؐ کے ساتھیوں کو صحابۂ کرامؓ کہتے ہیں۔ یہ وہ انقلابی لوگ تھے جنہوں نے حضورؐ کے ساتھ مل کر اسلام کو قائم کرنے کے لئے جان و مال کی بازی لگا دی تھی۔ اس کام کیلئے انہوں نے تاریخ کی سب سے بڑی قربانیاں پیش کیں۔ کسی مصلح اور رہنما کو ایسے جاں نثار ساتھیوں کی جماعت کبھی میسر نہیں آئی جیسی حضورؐ کو ملی تھی۔ انہوں نے اسلام کے لئے گھر بار چھوڑے۔ جان ہتھیلی پر رکھ کر برسہا برس تک حضورؐ کے ساتھ اللہ کا دین قائم کرنے کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔

یہ لوگ ایثار و قربانی کا نمونہ تھے۔ ان کے پائے کے انسان نہ ان سے پہلے کبھی پائے گئے اور نہ ان کے بعد پائے

جا سکتے ہیں۔ حضورؐ نے جو کچھ انہیں سکھایا، انہوں نے دل و جان سے اسے قبول کیا اور اس پر پورا پورا عمل کر کے دکھایا وہ ہماری طرح نہیں تھے کہ زبان سے اسلام کا اقرار کرتے ہیں اور عمل اس کے خلاف کرتے ہیں۔ لیکن صحابہ کرامؓ کو جو تعلیم ملتی تھی، اس پر پورا پورا عمل کرتے تھے۔ انہوں نے حضورؐ کے لئے جان کی قربانیاں پیش کیں، عرب میں جو اسلامی انقلاب آیا اس میں حضورؐ کی رہنمائی اور صحابہؓ کی مثالی پیروی کا سب سے زیادہ نمایاں حصہ ہے۔

نمونے کی زندگیاں:

حضورؐ کے صحابیؓ ہمارے لئے آج تک نمونے کے لوگ ہیں۔ وہ لوگ دُنیا کے سامنے اپنی زرّین اور روشن مثالیں قائم کر گئے ہیں۔ جس کی روشنی میں ہم آج بھی اپنا راستہ دیکھ سکتے ہیں۔ حضورؐ کے صحابیؓ وہ عظیم المرتبت ہستیاں ہیں جنہیں اسلام کے لئے ابتداء سے ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن ان کے قدموں میں لغزش نہیں آئی۔ انہوں نے ہر لمحہ ثابت قدمی میں بسر کیا۔ جس سچی بات کو حق سمجھ کر لیا، پھر اس سے پھرے نہیں اور ساری زندگی اسی سچ کی خدمت میں گزار دی جس سچ نے ان کا سینہ روشن کر دیا تھا۔ انہوں نے جب ایک

دفعہ حضورؐ کی بیعت کر لی اور اسلام کی سچائی سے واقف ہو گئے تو پھر انہیں کیا کیا سزائیں تھیں جو نہیں دی گئیں، لیکن وہ اپنے موقف اور اصول سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے۔ انہیں تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹا گیا، جلتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا، انہیں مارا اور پیٹا گیا مگر وہ لوگ اسی بات پر ڈٹے رہے جس کو سچ اور حق سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے جب اپنے وقت پر خدا کو جان دی تو فرشتوں نے بھی گواہی دی کہ یہ لوگ ساری زندگی حق کی حمایت کرتے رہے تھے۔

استقامت:

انہیں ان کی زندگی میں طرح طرح کے لالچ دیئے گئے انہیں روپیہ پیسہ دے کر دین اسلام سے ہٹانے کی کوشش کی گئی، مگر ان لوگوں نے اپنے کردار سے یہ بات ثابت کر دی کہ ان کے ایمان بازاری چیز نہیں تھے جنہیں پیسوں کے عوض خرید لیا جائے اور پھر یہ کردار لے کر جب یہ لوگ اٹھے تو دیکھتے دیکھتے انہوں نے پوری دنیا کو فتح کر لیا اور اسلام کا پرچم پوری دنیا میں لہرا دیا۔ ایسے اخلاق کے لوگ جہاں بھی گئے لوگ ان کے اچھے اخلاق سے متاثر ہو کر

مسلمان ہو گئے۔ ملائیشیا اور انڈونیشیا میں اسلام، مسلمان تاجروں نے پھیلایا۔ ہندوستان میں ان کے پیرؤوں نے کروڑوں بھٹکے ہوئے لوگوں کو دل کا سکون اسلام کی صورت میں بخش دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ اصل طاقت اخلاق کی ہے تلوار کی نہیں۔ انہوں نے اچھی عادات سے لوگوں کو جیت لیا۔ سب سے بڑی خصوصیت جو حضورؐ اور ان کے ساتھیوںؓ کی تھی، وہ یہ کہ انہوں نے کسی بھی انسان سے نفرت یا محبت اپنی ذات کیلئے نہیں کی۔ وہ صرف ان لوگوں سے محبت کرتے جو اللہ کے احکام کو مانتے اور ان لوگوں سے نفرت کرتے جو اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے۔ حتیٰ کہ اگر اجنبی لوگ بھی اسلام قبول کرتے تو صحابہؓ ان کے دوست ہو جاتے اور اگر ان کے اپنے بھائی، باپ اور بیٹے اسلام کا انکار کر دیتے تو وہ ان سے ہر قسم کا تعلق ختم کر دیتے، یعنی ان کی محبت اور نفرت کی بنیاد صرف اسلام تھی، کوئی دوسری چیز نہیں تھی۔ وہ صرف حق کے طرفدار تھے۔ حق کے خلاف ہر چیز سے بیزار تھے۔

وہ لوگ بڑے ہی بہادر اور وسیع دل والے تھے۔ جب جنگ کرنے پر آتے تو خود چاہے وہ کتنے ہی تھوڑے کیوں نہ ہوں، کبھی زیادہ لوگوں سے نہ ہارتے۔ کیونکہ انہیں اس بات کا یقین تھا کہ وہ سچے ہیں اور حق کی فتح ہمیشہ ہوتی ہے۔

جہاں تک ایثار و قربانی کا تعلق ہے انہوں نے کبھی اپنی ذاتی جائداد یا روپے پیسے کو خدا اور اس کے رسولؐ کے کاموں سے بڑھ کر نہیں سمجھا۔ جب کبھی کوئی لمحہ آیا جب رسولِ اکرمؐ نے انہیں خدا کی راہ میں ایثار کرنے کو کہا تو انہوں نے ایک دوسرے سے بڑھ کر حصّہ لیا۔ جنگ تبوک کے موقع پر حضرت عمرؓ اپنے گھر کا نصف سامان اللہ کی راہ میں دینے کے لئے لے آئے تو حضرت ابوبکرؓ خدا کی محبت میں ایسے بڑھے کہ ایثار و قربانی سے گھر کا تمام سامان اللہ کی راہ میں دے دیا اور صرف اتنا کہا کہ مجھے صرف خدا اور اس کا رسولؐ کافی ہیں۔

ایک دفعہ حضورؐ نے جب یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص جتنا زیادہ خیرات کرتا ہے خدا اس سے اتنا ہی راضی ہوتا ہے تو ابوالدردا صحابیؓ اٹھے اور گھر جا کر بیوی بچوں کو لے کر اپنے پہلے ٹھکانے سے کسی اور جگہ منتقل ہو گئے اور اپنا پورا باغ خدا کی راہ میں دے دیا۔

ایثار و قربانی کے مینار:

وہ لوگ نہ صرف ایثار و قربانی کے ہی مجسمے تھے بلکہ وہ علم میں بھی سارے جہاں سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ ان میں

علم کی پیاس بے پناہ تھی۔ وہ ہر وقت علم حاصل کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے تھے۔ جو رسولِ خدا انہیں سکھاتے اسے ساتھ ساتھ یاد کرتے جاتے تھے۔ حضورؐ کے ساتھ ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ وہ حضورؐ کی خوشنودی حاصل کرتے حضورؐ پر جب بھی کوئی مشکل وقت آیا تو وہ لوگ ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے جنگ احد میں جب کفّار کا گھیرا حضورؐ کے گرد زیادہ تنگ ہونے لگا تو صحابہؓ نے جانیں لڑا کر آپؐ کو بچا لیا۔ ان سب کی حضورؐ کے ساتھ محبت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ حضورؐ کے ساتھ گفتگو کرتے وقت پہلے یہ کہتے تھے کہ حضورؐ آپؐ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اور حضورؐ نے جب بھی انہیں کسی کام کا حکم دیا انہوں نے بلا عذر اس کی تعمیل کی اور اسے اپنے لئے سعادت سمجھا۔ یہ لوگ اخلاق وکردار کے لحاظ سے معاشرے کے بلند ترین لوگ تھے۔ یہ تھے وہ لوگ جن کو ساتھ لے کر حضورؐ چلے تو قیصر وکسریٰ کے ایوان کانپ اٹھے اور یہ فاقہ مست لوگ جب اٹھے تو بڑی بڑی سلطنتوں کو زوال آگیا۔ خدا کا نام بلند ہو گیا اور باہمی الفت ومحبت کے چشمے پھوٹ بہے۔ اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

۳

اخلاقِ حسنہ

اخلاقِ حسنہ

اخلاق یعنی اچھی عادات۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے اخلاق پر بڑا زور دیا ہے، کیونکہ آپؐ کی پوری زندگی اچھے اخلاق کا بہترین نمونہ تھی۔

قرآن مجسم:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ "کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا، جو کچھ قرآن میں ہے وہی حضورؐ کے اخلاق تھے، کیونکہ حضورؐ نے جن اخلاقی باتوں کی تعلیم دوسروں کو دی اُن پر پہلے خود عمل کر کے دکھایا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

"مسلمانو! تمہارے لئے حضورؐ کی ذات میں کامل نمونہ ہے"۔

M. Amp

تکمیل اخلاق:

حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

۱۔ "مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ اخلاق کی خوبیوں کی تکمیل کروں" (موطا)

۲۔ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہے۔ ہر کسی کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس سے دوستی رکھتا ہے۔"

۳۔ مومنوں میں سے سب سے زیادہ کامل ایمان اس کا ہے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق رکھتا ہو۔" (ابوداؤد)

۴۔ بہت سچ بولنے والا، امانت دار تاجر (قیامت کے روز) انبیاءؑ اور شہیدوں کے ہمراہ ہوگا۔" (ترمذی)

۵۔ "عورت پردے میں رہنے کی چیز ہے۔ جب وہ نکلتی ہے تو شیطان نگاہیں اٹھا اٹھا کر اس کی طرف دیکھتا ہے۔" (ترمذی)

۶۔ تدبیر کے برابر کوئی عقلمندی نہیں اور (حرام سے) بچتے رہنے کے برابر کوئی پرہیزگاری نہیں اور کوئی حسب نسب اس کے برابر نہیں کہ انسان کا اخلاق اچھا ہو۔ (ابن ماجہ)

۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اناج کے ایک ڈھیر پر

ہوا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا تو آپؐ کی انگلیوں کو تری محسوس ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ "اے اناج والے! یہ کیا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ، اس پر بارش ہو گئی تھی۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ پھر اس گیلے حِصّے کو اناج کے اوپر کیوں نہ رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے۔ جس نے دھوکا دیا وہ مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔"

جنت کے بادشاہ:

☆ میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ جنت کے بادشاہ کون ہوں گے۔ میں نے عرض کیا (معاذ بن جبلؓ) کیوں نہیں ضرور بتائیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ (جنت کا بادشاہ) وہ کمزور اور ناتواں آدمی ہے جسے لوگ کمزور و ناتواں سمجھتے ہیں۔ وہ دو بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے ہے کوئی اس کی پرواہ نہیں کرتا (مگر اللہ کے نزدیک اس کا وہ مقام ہے کہ) اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھائے تو اللہ اسے سچا کر دے۔ (ابن ماجہ)

جسے فقر و فاقہ آیا اور اُس نے اسے لوگوں کے سامنے بیان کیا تو اُس کا فقر و فاقہ دُور نہ ہو گا اور جسے فقر و فاقہ آیا اور اُس نے اسے اللہ تعالیٰ ہی کے آگے بیان کیا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے رزق عطا فرما دے گا، جلد یا کچھ دیر

ٹھہر کر۔ (ترمذی)

دین آسان ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب کبھی بھی حضورؐ کو دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو آپؐ اُن میں سے اُسے اختیار فرماتے جو نسبتاً آسان ہوتا، بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو، اور اگر وہ گناہ ہوتا تو حضورؐ لوگوں میں سب سے زیادہ اُس سے دور رہنے والے ہوتے اور حضورؐ نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہ لیا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی کسی حُرمت کو توڑا جاتا (یعنی حرام یا ناجائز کام کیا جاتا) تو آپؐ اللہ کے لئے اس کا بدلہ لے لیتے۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں جو خوبیاں تھیں اُن ہزارہا خوبیوں میں سے چند ایک کی جھلک اوپر بیان کی گئی ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں یہ سب اخلاقی اچھائیاں اور زندگی کے ہر معاملہ میں وہ بھلائیاں ملیں گی جن سے ہر مسلمان کو سیدھا راستہ مل سکتا ہے۔ اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھتے ہیں تو پھر ہمیں دن رات اسی فکر میں رہنا چاہیئے کہ ہر معاملہ میں حضورؐ کا نمونہ کیا تھا اور ساری زندگی کے شعبوں میں حضورؐ نے فلاں کام کیسے کیا، اور یہ سب باتیں اس وقت

تک حاصل نہیں ہو سکتیں جب تک ہم کوشش سے قرآن و حدیث کا ہمیشہ مطالعہ نہ کرتے رہیں۔

صداقت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سچ بولتے اور پوری زندگی میں سچائی کے سوا کوئی بات نہ کی۔

قرآن مجید میں ہے۔ "وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ" (توبہ)

"ہمیشہ سچوں کے ساتھ رہو"

سچائی سے دل کو سکون ملتا ہے خواہ مصیبت کی حالت ہو یا سکون و اطمینان کی کیفیت۔ ہر حالت میں سچی بات کہنی چاہیئے اور سچا کام کرنا چاہیئے۔ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جنت والوں کی نشانی کیا ہے۔؟ حضورؐ نے فرمایا "سچ بولنا۔" سچائی نیکی کی ابتدا ہے جو جنت تک لے جاتی ہے۔ جو آدمی سچ بولتا ہے وہ اللہ کے پاس صدیق لکھا جاتا ہے ظالم بادشاہ کے سامنے سچی بات کہنا سب سے بڑا جہاد ہے۔ سچ بات کہتے وقت اپنے کسی عزیز، قریبی دوست اور دشمن کا خیال نہ رکھنا چاہیئے۔

شہادتِ حق:۔ حضرت قدامہ بن مظعونؓ صحابیؓ نے ایک دفعہ شراب پی لی۔ حضرت عمرؓ نے شرعی

سزا دینا چاہی، تو حضرت قدامہؓ کی بیوی نے خود اس واقعہ کی شہادت دی۔ بیوی نے سچائی کے مقابلہ میں شوہر کی کچھ پروا نہ کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے بھی ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ کبھی بھی سچائی کے سوا آپؐ کی زبان مبارک سے کوئی بات نہ نکلتی جس کی وجہ سے کافر بھی حضورؐ کو سچا مانتے تھے، اسی لئے "صادق" کہہ کر پکارتے تھے۔

حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تعلیمات میں سچائی ایک ایسی اچھائی ہے کہ یہ ایمان کی کسوٹی ہے۔ سچائی کی راہ سے ایمان اور نیکی کا جذبہ ابھرتا ہے اور جھوٹ کی راہ سے نفاق اور برائی کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

ایک بار ایک صحابیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ "میں اللہ پر سچائی کے ساتھ ایمان لایا ہوں۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "سوچ سمجھ کر کہو کیونکہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے، تو تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ بولے "میرا دل دنیا سے بھر گیا ہے، اس لئے رات کو جاگا کرتا ہوں نماز پڑھتا ہوں، دن کو بھوکا پیاسا رہتا ہوں گویا علانیہ عرشِ الٰہی کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھ کو نظر آتا ہے کہ اہلِ جنت باہم مل جل کر رہتے ہیں اور میں دوزخیوں کو فریاد کرتے ہوئے

دیکھتا ہوں۔" ارشاد ہوا کہ "تم نے جو کچھ جان لیا ہے بس اس پر قائم رہو۔"

اسماءِ مبارک

حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے چند نام ہیں۔ میں "محمد" ہوں، "احمد" ہوں اور "ماحی" ہوں۔ وہ "ماحی" جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کفر کو محو (مٹانا) کرے گا اور حاشر ہوں وہ حاشر ہوں۔ جس کے بعد قیامت میں لوگوں کا حشر ہوگا اور عاقب ہوں اس کا مطلب یہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (متفق علیہ)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مطلب ہے جس کی اتنی تعریف کی جائے جتنی کسی اور بشر کی نہ کی جائے۔ آپؐ کے اوصاف حمیدہ اور آپؐ کی اُمّت اور آپؐ کے دین کے کمالات کا اتنی زیادہ تعداد میں "تورات" میں ذکر ہے کہ حضرت موسیٰؑ جیسے بڑے رسول بھی آپ کی اُمّت میں ہونے کی آرزو کرنے لگے۔

احمد۔ تمام تعریف کرنے والوں میں اپنے پروردگار کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والوں میں اپنے پروردگار کی

سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔ دوسرے الفاظ میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ تعریف کے قابل ہستی۔ سب سے پہلے آپ نے اللہ کی تعریف کی پھر آپ کے بعد مخلوق نے آپ کی تعریف کی۔ اسی طرح محشر میں سب سے پہلے حضورؐ ہی اللہ کی حمد کریں گے۔ جب حضورؐ شفاعت کریں گے تو پھر اہل محشر آپؐ کی تعریف کریں گے، اس لئے کہ آپ "احمد" ہیں اور بعد میں "محمدؐ" کیونکہ پہلی کتابوں میں آپ کی بشارت اسم احمد سے دی گئی تھی اور جب حضورؐ تشریف لائے تو "محمدؐ" کے نام سے یاد کئے جانے لگے۔

رسول۔ یہ نام بھی قرآن میں " محمد رسول اللہ کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اللہ کا پیغام انسانوں کو پہنچانے والے۔

قرآن مجید میں رسول کے بارے میں کئی باتیں بیان ہوئی ہیں؛ فرما دیجیئے کہ "میں تم پر وکیل بنا کر نہیں بھیجا گیا رسول مقرر ہوا ہوں۔"

جو راہ ہدایت پا گیا اپنے فائدہ کے لئے اور جس نے گمراہی اختیار کی اپنا ہی نقصان کیا اور میں تو تم پر وکیل و مختار مقرر نہیں ہوا کہ جواب دہی میرے ذمہ ہو۔"

"جو آپ کے پروردگار کی طرف سے اتارا جاتا ہے وہ

آپ پہنچا دیجیئے آپ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے آپ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے۔"

"آپ فرما دیجیئے کہ یہ میری طاقت نہیں ہے کہ میں قرآن کو اپنی طرف سے بدل ڈالوں، میرے پاس تو جو حکم آئے اس کا تابعدار ہوں۔"

ان آیات سے یہ بات ظاہر ہے کہ رسول کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ باتوں کو لوگوں تک پہنچا دے۔

پاکیزہ باتیں:

حضورؐ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

مجھے ایسی پاکیزہ باتیں تعلیم کی گئی ہیں جن کے معنیٰ سمندر کی مانند ہیں۔

مجھے رعب وداب سے مدد دی گئی ہے۔

مالِ غنیمت میرے لئے حلال کیا گیا ہے۔

تمام روئے زمین میرے لئے مسجد بنائی گئی ہے۔

میری رسالت تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہے۔

انبیاءؑ کا سلسلہ میری ذات پر ختم ہوا ہے۔

چنانچہ حضورؐ کی پوری زندگی ان باتوں کی تصدیق کرتی ہے۔

قرآن مجید میں بھی حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ناموں

کا ذکر کیا گیا ہے۔

اوصافِ حمیدہ:

مزکی۔ حضورؐ کے لئے استعمال ہوا ہے جو تزکیہ سے نکلا ہے۔ تزکیہ کے معنیٰ پاک وصاف کرنے کے ہیں۔

☆"سراج منیر"۔(روشن چراغ") حضورؐ کے لئے استعمال کیا گیا ہے یعنی ایسا نور جس سے تمام دنیا کے اندھیروں (جسم وروح) کی گمراہیوں کے لئے علم وہدایت اور اجالا نصیب ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

"اے نبی ہم نے تجھ کو گواہ خوشخبری سنانے والا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور روشن کرنے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے۔"

رحمتہً للعالمین۔ حضورؐ کا رحمت کا لقب ہے جس میں نرمی، شفقت اور مغفرت پائی جاتی ہے۔ اللہ کے دو نام الرحمن اور الرحیم بھی رحمت سے نکلے ہیں۔ الرحمٰن کا مطلب یہ ہے کہ ایسی رحمت کا مالک جس کے بعد اور کوئی درجہ نہ ہو۔

حضورؐ کی یہ صفت بھی تمام مخلوق کے لئے ہے اور خاص طور پر ہر قسم کے انسانوں کے لئے بھی ہے خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر۔ حضورؐ کی پوری زندگی اس بات کی شہادت کے لئے

کافی ہے۔ اپنے بدترین دشمنوں کو بھی آپؐ نے معاف کر دیا۔

نیکی کی دعوت :

حضورؐ کی وہ صفات جن کا قرآن مجید میں مزید ذکر ہے۔ ان میں سے جن باتوں کا انسانوں کی عملی زندگی سے تعلق ہے۔ وہ یہ ہیں :

حضورؐ لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتے تھے اور برائیوں سے روکتے تھے۔ حلال و حرام کی حدود کو قائم کرتے تھے اور اللہ کے احکام کے سوا دوسری من گھڑت باتوں کی پابندی سے انسانوں کو آزاد کراتے تھے۔

لوگوں میں سچائی اور عدل کے ساتھ فیصلہ فرماتے تھے۔

اللہ کے دین کو پوری انسانی زندگی پر غالب کرتے تھے تاکہ اللہ کا دین سب کفر کی باتوں پر غالب ہو جائے۔

حضورؐ کا یہ کام کسی ایک قوم یا ملک کے لئے نہیں تھا بلکہ تمام آنے والے انسانوں اور زمانوں کے لئے ہے۔

۴

تعلیمات

طہارت آدھا ایمان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ طہارت گویا آدھا ایمان ہے گویا آدھا ایمان اپنی رُوح کو پاک صاف رکھنا ہے اور آدھا ایمان تمام جسم کی پاکی اور صفائی کا خیال رکھنا ہے۔ رُوح کی پاکی یہ ہے کہ آدمی عقیدۂ توحید اور پاکیزہ اخلاق سے آراستہ ہو۔ کفر و شرک اور بُرے عقائد سے دُور رہے۔ جسم کی پاکی یہ ہے کہ اس کا جسم اور لباس پاک اور صاف ہو۔ وہ جگہ اور مکان بھی پاک اور صاف ہو جہاں وہ رہتا ہے یا سوتا ہے یا بیٹھتا ہے، یا جہاں نماز ادا کرتا ہے۔

قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝

ترجمہ:۔ اے موٹے کپڑے اوڑھنے والے! اُٹھ اور لوگوں کو ڈرا اور اپنے ربّ کی بڑائی بیان کر اپنے لباس کو پاکیزہ رکھ۔

پیارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اس دین کی بنیاد صفائی اور پاکیزگی پر رکھی گئی ہے۔

ہر روز کے نہایت ضروری کاموں میں سے پیشاب و پاخانہ کے بعد پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرنا ہے۔ ہر ہفتہ میں ایک بار ناخن ترشوانا، بالوں کو صاف کرنا، روزانہ کنگھی کرنا اور دانتوں کو مسواک سے صاف کرنا بھی پاکیزگی میں شامل ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ "مسواک منہ کو صاف کرنے والی اور اللہ کو راضی کرنے والی ہے۔" (نسائی)

صفائی:

دانتوں کی صفائی اور حفاظت سے آپ کا ہاضمہ بھی درست رہے گا، صحت بھی ٹھیک رہے گی اور دانت بھی مضبوط ہوں گے۔

جمعہ کا غسل:

روزانہ یا جمعۃ المبارک کو غسل کرنا ضروری ہے۔ پانچ وقت کی نماز ادا کرنے سے پہلے وضو کرنا بھی پاکیزگی ہے۔ وضو کرنا بھی عبادت ہے کیونکہ وضو کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ یہ صفائی اور پاکیزگی کی علامت ہے کیونکہ وضو ہمیں پسینہ

گردوغبار اور میل کچیل سے پانچ وقت پاک وصاف کر دیتا ہے۔

دروازے پر نہر:

حضورؐ کا ارشاد ہے:

"تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہارے دروازے پر ایک نہر بہتی ہو جس میں تم ہر وقت غسل کرو، تو کیا تمہارے بدن پر میل کچیل کا کوئی حصّہ باقی رہ جائے گا۔"

صحابہؓ کرام نے عرض کیا، "حضورؐ میل کچیل میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔"

حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پانچ وقت نماز کی یہی مثال ہے۔ اللہ نماز کے ذریعے سے (بندوں) کی خطائیں معاف فرماتا ہے۔"

روشن اعضاء

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"قیامت کے دن میری اُمّت کی نشانی یہ ہو گی کہ ان کی پیشانیاں اور وضو کے اعضاء نور سے جگمگا رہے ہوں گے پس جو آدمی اپنے نور کو بڑھانا چاہے بڑھائے۔" (بخاری ومسلم)

اعتدال و میانہ روی:

صحت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک امانت بھی ہے۔ اس کی قدر کرنی چاہیئے۔ اس کی حفاظت کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ صفائی اور پاکیزگی کا صحت کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ حضورؐ کا فرمان ہے۔
"سیدھے سادے رہو، میانہ روی اختیار کرو اور ہشاش بشاش رہو۔" (مشکوٰۃ)

ہمیشہ خوش رہنا، خوش اخلاقی، مسکراہٹ اور زندہ دِلی سے زندگی گذارنا صحت کی علامت ہے۔ غمگین رہنا، غُصّہ، رنج و فکر حسد، بدکلامی، تنگ نظری مُردہ دلی، صحت کی دُشمن علامتیں ہیں۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اتنا ہی عمل کرو جتنا کر سکنے کی تمہارے اندر طاقت ہو۔ اس لئے اللہ نہیں اکتاتا یہاں تک کہ خود تم ہی اکتا جاؤ۔" (بخاری)

حضورؐ کا ارشاد ہے:

☆ "سادہ زندگی گذارنا ایمان کی نشانی ہے۔" (ابوداؤد)

محنت و مشقت:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محنت و مشقت کے عادی تھے

اس لئے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو محنت ومشقت کا عادی بنائے۔ گھر کے سب کام بوقتِ ضرورت اپنے ہاتھوں سے کرے۔ چلنے پھرنے اور تکلیف برداشت کرنے کی عادت ڈالے، آرام طلبی، سستی اور عیش کی زندگی سے پرہیز کرے کوئی بھی کام کرنے کے لئے عار محسوس نہ کرے اور نہ کسی دوسرے کا سہارا تلاش کرے۔ اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کرے۔ علی الصبح اٹھنے کی عادت ڈالے۔ رات کو جلد سونے پر یہ عادت پختہ ہو سکتی ہے۔ صبح طہارت اور وضو سے فارغ ہو کر مسجد میں نماز کے لئے جائے اور نماز کے بعد کسی کھلی جگہ ٹہلنے اور تفریح کرنے کے لئے بھی جائے صبح کی تازہ ہوا صحت کے لئے بہت ضروری ہوتی ہے۔ اپنی قوت کے لحاظ سے ورزش بھی کرنی چاہیئے۔ حضورؐ باغ کی تفریح کو پسند فرماتے تھے۔ اور کبھی کبھی خود بھی تشریف لے جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد جاگنے اور گفتگو کرنے سے منع فرمایا ہے۔ صرف دینی گفتگو کرنا اور کوئی گھریلو ضروری بات کرنے کی اجازت ہے۔

خواہشات نفسانی سے پرہیز:

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اپنے آپؐ کو ضبط نفس کا عادی

بناؤ۔ بُرے خیالات اور خواہشات پر قابو رکھو۔ جب کبھی بُرا خیال آئے تو "اَعُوْذُ بِاللّٰہ" پڑھنا چاہیئے۔

ہر مسلمان کو چاہیئے کہ بُرے کاموں سے بچے۔ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ اس میں پہلی خرابی یہ ہے کہ اس سے صحت خراب ہوتی ہے۔

آدمی کے چہرے کی رونق اور کشش جاتی رہتی ہے۔

وہ ہمیشہ پراگندہ خیالات اور شیطانی وسوسوں میں مبتلا رہتا ہے۔

آدمی پر تنگی اور افلاس کی مصیبت نازل ہوتی ہے۔

• اور اس کی عمر کم ہو جاتی ہے۔

حضورؐ نے فرمایا۔

"خوش حالی میں میانہ روی کیا ہی اچھی بات ہے، ناداری میں اعتدال کا طریقہ کیا ہی بھلا طریقہ ہے اور عبادت میں درمیانی روش کیا ہی بہتر روشن ہے۔ (کنز العمال)

کھانے پینے کے آداب:

حضور اکرمؐ نے کھانا کھانے سے پہلے اور کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کا حکم دیا ہے۔ حضورؐ بعض وقت پاکیزگی کا خیال کرتے ہوئے کھانے سے پہلے وضو بھی کر لیا کرتے

تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر کھانا شروع کرتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا، اگر کبھی بھول جائیں تو کھانے کے دوران بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ پڑھ لیا کریں۔ کھانا کھانے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا چاہیئے۔

حضورؐ کھانا دائیں ہاتھ سے تناول فرماتے اور کھانا بیٹھ کر ہی کھایا کرتے تھے۔ کھڑے یا تکیہ لگا کر یا چلتے پھرتے نہ کھایا کرتے تھے جیسا کہ آج کل رواج ہو گیا ہے یہ غلط رواج ہے۔ آپ جو کھانا بھی حاضر ہوتا اُسے کھا لیا کرتے تھے اور اس میں کوئی عیب نہ نکالتے تھے حضورؐ برتن میں اپنے سامنے سے کھانا کھاتے۔ درمیان سے نہ کھاتے تھے جلدی جلدی سے نہ کھاتے تھے کھانے میں پھونکیں نہ مارتے اور نہ اپنے منہ سے کھانا کھانے کی آواز نکالتے۔ آپ خوب چبا کر آہستہ آہستہ کھانا کھاتے تھے۔ بہت زیادہ نہ کھاتے بلکہ بُھوک رکھ کر کھاتے تھے۔ کھانے کے بعد ہاتھ دھو لیتے۔ پانی تین سانس میں ٹھہر ٹھہر کر پیتے تھے۔

حضورؐ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ دوست، عزیز اور گھر والے کھانا ایک ساتھ مل کر کھائیں۔ آپؐ نے فرمایا اس میں برکت ہوتی ہے اس طرح کھانا زیادہ، سب مل کر برابر

ہو جاتے ہیں۔ سب کو ہر چیز کا کچھ حصّہ مل جاتا ہے. اس میں باہمی ایثار ثابت ہوتا ہے اور آپس میں محبّت بڑھتی ہے۔ ایک جگہ حضورؐ نے فرمایا، ایک ساتھ "بسم اللہ" پڑھ کر کھاؤ تو برکت ہو گی اور بچوں میں طمع کی عادت درست ہو گی۔ الگ الگ کھانا کھانا بھی جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے.

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا

"کھاؤ اور پیؤ اور کھانے میں زیادتی نہ کرو۔"

حضورؐ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو دانتوں کو صاف کرتے اور مسواک سے دانت صبح اور رات کو سونے سے قبل آپ خوب صاف کرتے تھے۔

حضورؐ کی چند دعائیں؛

بیدار ہونے پر دُعا؛

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ۔	تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں مردہ کر دینے کے بعد دوبارہ زندگی بخشی اور آخر اسی کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

خواب دیکھنے پر دُعا:

خَیْرًا تَلْقَاهُ وَ شَرًّا تَوَقَّاهُ خَیْرًا لَّنَا وَشَرًّا عَلٰی اَعْدَآئِنَا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اس خواب کی بھلائی تمہیں نصیب ہو اور برائی سے بچے رہیں، یہ ہمارے دشمنوں کے لئے وبال ہو اور سب حمد و ثنا تو اللہ کے لئے ہے جو تمام کائنات کا پروردگار ہے۔

بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت کی دُعا:

(۱) غُفْرَانَكَ (۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔

اے اللہ۔ میں تیری بخشش چاہتا ہوں۔ سب تعریفیں اس اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے مجھ سے تکلیف کو دور کیا اور عافیت دی۔

وضو کرتے وقت کی دُعا:

اَتَوَضَّأُ بِسْمِ اللّٰہِ۔

اللہ کے نام سے وضو کا آغاز کرتا ہوں۔

وضو کر چکنے کے بعد کی دُعا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول اور بندے ہیں۔

میت کو قبر میں اتارتے وقت کی دعا:

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى	اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلی اللہ
سُنَّةِ رَسُوْلِ	علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ پر
اللّٰهِ۔	(اس کو قبر کے حوالے کرتا ہوں۔)

قبرستان میں داخل ہونے کی دعا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ	اے اس دیار کے رہنے والے
الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	مومن اور مسلمان بھائیو! تم پر
وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ	سلام ہو۔ ان شاء اللہ ہم تم سے
شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ	عنقریب آملیں گے۔ ہم اللہ سے
نَسْئَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ	اپنے اور تمہارے لئے آسائش
الْعَافِيَةَ۔	کا سوال کرتے ہیں۔

اربعین نبوی:

حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ جس نے میری اُمّت میں دین کی اشاعت کے لئے چالیس۴۰ حدیثیں زبانی یاد کیں اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُسے فقہاء اور علماء کے گروہ سے اٹھائے گا۔ چنانچہ ذیل میں چھوٹی چالیس احادیث درج کی جاتی ہیں جو بچے آسانی سے یاد کر سکتے ہیں۔ وہ ضرور یاد کرلیں۔

۱۔ اِشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا۔

لوگوں کی سفارش کرو اجر پاؤ گے۔ (بخاریؒ)

۲۔ خَيْرُ النَّاسِ اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا۔

لوگوں میں بہتر وہ ہے جس کا خُلق سب سے اچھا ہے (طبرانیؒ)

۳۔ اَلسِّبَاعُ حَرَامٌ۔

درندے سب حرام ہیں۔ (احمدؒ۔ بیہقیؒ)

۴۔ لَا تَغُلَّ اَخَاكَ الْمُسْلِمَ۔

اپنے بھائی مسلمان سے دھوکا نہ کرو۔

۵۔ اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ۔

ران ستر ہے اس کو چھپانا چاہیئے۔ (ترمذیؒ)

۶۔ اَكْرَمُ النَّاسِ اَتْقٰهُمْ۔

لوگوں میں زیادہ عزّت والا وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ (بخاری)۔

۷۔ اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ۔

دین سراسر خیرخواہی ہے۔ (بزارؒ۔ بخاریؒ)

۸۔ اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى۔

صبر وہی اچھا ہے جو مُصیبت شروع ہوتے ہی کیا جائے۔

۹۔ مَاءُ الْبَحْرِ طَهُوْرٌ۔

سمندر کا پانی پاکیزہ ہوتا ہے۔ (حاکمؒ)

۱۰۔ كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ۔

ہر بھلائی صدقہ میں داخل ہے۔ (بیہقیؒ)

۱۱۔ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی مَعْرُوْفٍ۔

اطاعت تو صرف نیک کاموں میں ہوتی ہے۔

(بخاریؒ و مسلمؒ)

۱۲۔ اَلدَّیْنُ شَیْنُ الدِّیْنِ۔

قرض کا معاملہ دین کا عیب ہے۔ (ابونعیم قضاعیؒ)

۱۳۔ مَاءُ زَمْزَمَ شِفَاءٌ مِنْ کُلِّ دَآءٍ۔

زمزم کا پانی ہر بیماری سے شفا کا موجب ہے۔ (دیلمیؒ)

۱۴۔ اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ۔

روزہ گناہ سے بچنے کے لئے ڈھال ہے۔ (بخاریؒ مسلمؒ)

۱۵۔ کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ۔

ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے۔ (نسائیؒ۔ ابنِ ماجہؒ)

۱۶۔ اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ۔

جنگ تو فریب سے ہوا کرتی ہے۔ (بخاریؒ۔ مسلمؒ)

۱۷۔ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔

دُعا عبادت کا مغز ہے۔ (ترمذیؒ)

۱۸۔ اَلْکَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ۔

پاکیزہ بات کہہ دینا (حقیقت میں) خیرات کر دینا ہے۔

(بخاریؒ و مسلمؒ)

۱۹- اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ۔
شگون لینا شرک ہے۔ (احمدؒ، بخاریؒ، حاکمؒ)

۲۰- اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ۔
دانائی کی بات مردِ مومن کی گم شدہ چیز ہے۔ (بخاریؒ)

۲۱- اَلْمُؤْمِنُ اَخُوالْمُؤْمِنِ۔
ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہوتا ہے۔ (مسلمؒ)

۲۲- ذِکْرُاللّٰہِ ضِیَاءٌ لِّلْقُلُوْبِ۔
خدا تعالیٰ کی یاد سے دلوں کو روشنی حاصل ہوتی ہے۔
(دیلمیؒ)

۲۳- لَا تَاْتُوا الْکُھَّانَ۔
رمل فال نجوم والوں کے پاس مت جاؤ۔ (طبرانیؒ)

۲۴- مَنْ صَمَتَ نَجَا۔
جو کوئی چپ رہا بچا رہا۔ (ترمذیؒ، دارمیؒ، احمدؒ)

۲۵- طَاعَۃُ النِّسَآءِ نَدَامَۃٌ۔
عورتوں کی (بے سمجھے) اطاعت سے شرمندگی ہوتی ہے
(ابنِ عساکرؒ)

۲۶- اَلْحَیَاءُ من الایمان۔
حیا ایمان کی برکت سے نصیب ہوتی ہے۔ (بخاریؒ، مسلمؒ)

۲۷- نَھٰی عَنِ التَّکَلُّفِ لِلضَّیْفِ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان کے لئے تکلّف کرنے سے منع فرمایا۔ (حاکمؒ)۔

۲۸۔ زُرْغِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا۔

ایک دن چھوڑ کر ملا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔

۲۹۔ لَا تَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ۔

مرنے کی آرزو مت کرو۔ (ابن ماجہ)

۳۰۔ عَارِیَۃٌ مُؤَدَّاۃٌ۔

مانگی ہوئی چیز واپس کر دینے والی ہوتی ہے۔ (حاکمؒ)

۳۱۔ زِنْ وَارْجِحْ۔

تول اور جھکتا رکھو۔ (احمدؒ، ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ)

۳۲۔ اَلْخَالَۃُ بِمَنْزِلَۃِ الْاُمِّ۔

خالہ (ماسی۔ ماں کی بہن) اپنی ماں کی بجائے ہوتی ہے۔

۳۳۔ اَلْعَیْنُ حَقٌّ۔

نظر کا لگ جانا برحق ہے۔ (احمدؒ، بخاریؒ، مسلمؒ)

۳۴۔ لَا تَغْضَبْ۔

(خدا کے بندے) غصّے میں آگ بگولا نہ ہو جا۔ (بخاریؒ)۔

۳۵۔ نَھٰی عَنْ سَبِّ الْاَمْوَاتِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرے ہوئے کے حق میں بدزبانی سے روکا ہے۔ (حاکمؒ)

۳۶۔ لَا تَنَاجَشُوْا۔

بخش (چیز کی قیمت بڑھانے کے لئے مصنوعی خریدار بننا) نہ کیا کرو۔

۳۷۔ اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ۔

شرمندہ ہونا ہی توبہ ہے۔ (احمدؒ، ابن ماجہؒ، حاکمؒ)

۳۸۔ اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْکَلَامِ۔

بات چیت سے پہلے سلام کہنا چاہیئے۔ (ترمذیؒ)

۳۹۔ اَلْغِنَیٰ غِنَی النَّفْسِ۔

دل کی تونگری کا نام ہی تونگری ہو سکتا ہے۔ (بخاریؒ مسلمؒ)

۴۰۔ خَیْرُ الدُّعَاءِ الْاِسْتِغْفَارُ۔

سب سے بہتر دعا استغفار ہے۔ حاکمؒ

درود و سلام

سلام اُس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اُس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اُس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اُس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اُس پر کہ دشمن کو حیاتِ جاوداں دے دی
سلام اُس پر ابوسفیان کو جس نے اماں دے دی
سلام اُس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اُس پر ہوا مجروح جو بازار طائف میں
سلام اُس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اُس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اُس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اُس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا
سلام اُس پر جو امّت کے لیے راتوں کو روتا تھا
سلام اُس پر جو فرشِ خاک پر جاڑے میں سوتا تھا
سلام اُس پر کہ جس کی سادگی درسِ بصیرت ہے
سلام اُس پر کہ جس کی ذات فخرِ آدمیت ہے

سلام اُس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی

سلام اُس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی

سلام اُس پر کہ تھا "الفقر فخری" جس کا سرمایا

سلام اُس پر کہ جس کے جسم اطہر کا نہ تھا سایہ

سلام اُس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں

سلام اُس پر بُروں کو جس نے فرمایا "یہ میرے ہیں"

سلام اُس پر کہ جس کی چاند تاروں نے گواہی دی

سلام اُس پر کہ جس کی سنگپاروں نے گواہی دی

سلام اُس پر کہ جس نے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا

سلام اُس پر کہ جس کے حکم سے سورج پلٹ آیا

سلام اُس پر فضا جس نے زمانہ کی بدل ڈالی

سلام اُس پر کہ جس نے کفر کی قوت کچل ڈالی

سلام اُس پر شکستیں جس نے دیں باطل کی فوجوں کو

سلام اُس پر کہ ساکن کر دیا طوفاں کی موجوں کو

سلام اُس پر کہ جس نے کافروں کے زور کو توڑا

سلام اُس پر کہ جس نے پنجۂ بیداد کو موڑا

درود اُس پر بہارِ گلشن عالم جسے کہیئے!

درود اس پر فخر بنی آدم جسے کہیئے!

درود اُس پر کہ جو ماھسر کی امیدوں کا ملجا ہے

درود اُس پر کہ جس کا دونوں عالم میں سہارا ہے

38

مصنف کی دیگر تصانیف و تالیفات



- زعفران کا پھول ____ مزاحیہ مضامین
- سوشلزم اور معاشی ترقی ____ مقالہ
- اقوالِ مودودی ____ مولانا محترم سید مودودیؒ کی منتخب باتوں کا مجموعہ
- اسلام میں عدل ____ مقالہ

4/3/98

Simple and Easy to understand

مطبوعہ فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور - باہتمام عبدالسلام پرنٹر اور پبلشر



دُنیا کے تمام انسانوں کے لیے رحمت، محبت، بھلائی اور کامیابی کا پیغام لانے اور اِک نیا نظامِ زندگی لوگوں تک پہنچانے والے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سیرت اور پیاری تعلیمات کے حوالے سے جناب سعد بن اسد نے یہ کتاب

ہمارے رسولؐ

بچوں کے لیے لکھی ہے۔ اس خوبصورت اور عام فہم کتاب کے مطالعے سے بچے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سیرت اور زندگی کے واقعات سے ہی آگاہ نہیں ہوں گے بلکہ زندگی کی مثبت اور سچی قدروں سے محبت اور پیروی کا جذبہ بھی اُبھرتا محسوس کریں گے۔

ہمیں یقین ہے کہ بچے اس کتاب کے مطالعے کے بعد اپنی زندگیوں کو پیارے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی پیاری زندگی اور پیارے طرزِ عمل کے مطابق، ڈھالنے کا بہترین فیصلہ خود کریں گے۔

فیروزسنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

969 0 00